ماہنامہ

کرائم بیورو

کراچی

ABC Certified باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

کرائم

سیاست

انٹرویوز

کھیل

ثقافت

فروری 2025ء

قیمت: 200 روپے



CRIME

CRIME STOPPERS

PROUD TO SERVE
SINDH POLICE

CRIME SCENE DO NOT CROSS



انسپکٹر ملک عامر

ایس ایچ او (کورنگی پولیس اسٹیشن)



راشد شاہ

ایس ایچ او (لیاقت آباد پولیس اسٹیشن)



شاہ فیصل خان

ایس ایچ او (آرام باغ پولیس اسٹیشن)



اے ایس آئی فیصل رحیم

انچارج (چیک پوسٹ خواجہ غریب نواز)

فرمانِ الٰہی

سنو! تم مجھ کو یاد کرو میں
تمہیں یاد کروں گا
(سورۃ البقرہ)



ماہنامہ

کرائم بیورو

کراچی

ABC Certified باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ

اس شخص پر جنت حرام ہے جو فحش گوئی (بے حیائی کی بات) سے کام لیتا ہے
رکن سوم، آفت پنجم: فحش، 2/568



جلد نمبر 05 | فروری 2025ء | شمارہ نمبر 06

قیمت: 200 روپے

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
بھکاری راج۔۔۔۔۔۔۔۔!!	04
کراچی سینٹرل جیل: قیدیوں کی اصلاح	05-06
ڈی آئی جی ایسٹ (عثمان غنی صدیقی) انٹرویو	07
اسسٹنٹ کمشنر فیروز آباد کا کرائم بیورو کے ہمراہ کریک ڈاؤن	08
دیوداس کا اپنا گھر۔۔۔اپنا حق	09
حیدرآباد میونسپل کارپوریشن	10
کراچی: زمینوں پر قبضے اور کراچی پولیس چیف کے دعوے	11-12
کراچی کی آلودہ ساحلی پٹی	13
زندگی بھر کی کمائی ایک لمحے میں لٹ گئی	14
پاکستان میں زرعی آمدن پر ٹیکس کیوں لگایا گیا؟	15
سندھ پولیس کی تنخواہیں پنجاب پولیس کے برابر کی جائیں	16
سارہ سموں قتل کیس	17
انٹرجنریشنل ٹراما آخر ہے کیا؟	18
سندھ کی مچھلی اور جھینگے پاکستان کی پہچان بنائینگے، محمد علی ملکانی	19
کربلا و پاڑہ چنار	20
بشارالاسد اور ان کے خاندان کا اب کیا مستقبل ہے؟	21
68 برس تک اسماعیلی برادری کا روحانی پیشوا	22
شہزادہ رحیم الحسینی: اسماعیلی برادری کے 50 ویں امام	23
غیر قانونی انڈین تارکین وطن کی امریکہ بدری	24
غزہ میں جاری رہنے والی 15 ماہ کی جنگ	25
ناسا کے خلائی جہاز کی سورج کے انتہائی قریب پرواز	26
ملکی وے گلیکسی (تخلیق کائنات)	27
انسانی حقوق کے دن (ایکٹوزیم ڈے) پر پُروقار تقریب	28
آئی سی سی چیمپئنز ٹرافی کا آفیشل ترانہ جاری	29
برنس روڈ کی رہائشی عمارتوں میں کمرشل سرگرمیاں	30

چیف ایڈیٹر: شیخ حسین امر
ایڈیٹر: عرفان ساگر
ڈپٹی ایڈیٹر: مارشا امر
منیجنگ ایڈیٹر: معظمہ جٹ
ایڈیٹر انوسٹی گیشن: شکیل نائچ

مجلس ادارت:
نیاز کھوکھر، راؤ جمیل، آغا خالد، ضیاء الرحمن، ڈاکٹر جعفر عباس، سمیر قریشی، غازی صلاح الدین، فاروق مرزا (امریکہ)، عبدالوحید جیلانی، افضل سندھو، کامران خان، اسداللہ خان، طارق پٹھان

انچارج انوسٹی گیشن ٹیم: زاہد شاہ
چیف رپورٹر: انور سلطان

کرائم رپورٹر:
عمیر خان، راؤ عدنان، نعمان صافی، رحمان بخاری
عبداللہ گدی، سہیل آرائیں، سلطان چاکی سومرو
احسن کندی (فیصل آباد)

چیف فوٹو گرافر: عبدالستار قریشی

بیورو چیف:
نوید میو (اسلام آباد)
سعدیہ حق (لاہور)
غلام شبیر (چنیوٹ)
عبدالغفور سروہی (حیدرآباد)

ڈسٹرکٹ رپورٹرز:
ابرار احمد (سوات)
مراد عباسی (پنوعاقل)
شہمیر قریشی (ٹھٹھہ)
ساجد علی شاہ (چنیوٹ)

انچارج سندھ ڈیسک:
سید انعام شاہ

قانونی مشیران:
سید عثمان الحسن ایڈووکیٹ، امجد حسین قریشی ایڈووکیٹ
امان اللہ یوسفزئی ایڈووکیٹ، نظر اقبال (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
لے آؤٹ ڈیزائنر: یٰسین قریشی

پبلشر فضیل امر نے خرم پرنٹنگ پریس پاکستان چوک سے چھپوا کر آفس نمبر 1، پاکستان ہاؤسنگ اتھارٹی قائد آباد ملیر سے شائع کیا

بھکاری راج

رپورٹ: ڈاکٹر ربیعہ (لاہور)



داغ ؔ تجھ کو رزق کی خواہش ہے چرخ سے اتنا
یہ غم کھلائے گا کھایا نہ جائے گا

داغ کا یہ شعر پڑھا تو میری سوچ کی پرواز مجھے فردوس مارکیٹ لاہور کے سگنل تک لے گئی، جہاں گزشتہ روز میرا گزر ہوا تھا۔

میرے تصور میں بھکاریوں کے وہ چہرے گھوم گئے جو سال ہا سال سے وہاں پہ بھیک مانگ رہے ہیں اور پھر میری نظر کے سامنے ایک اخبار کی وہ خبر آ گئی، جس کے مطابق فردوس مارکیٹ سگنل کے بھکاریوں نے خود پیسے دے کر خراب سگنل کو اسلئے ٹھیک کروایا کہ گاڑیاں نہ رکنے کی وجہ سے اُن کا دھندا بند ہو گیا تھا۔ اِس بات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ لوگوں نے بھیک مانگنے کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ یہ پیشہ ور بھکاری، بھیک ایسے مانگتے ہیں جیسے لوگ ان کے مقروض ہوں۔

یہ بھکاری بخوبی جانتے ہیں کہ لوگوں کی جیب سے پیسے کیسے نکلوانے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ نیچے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور اوپر ایک پھٹی ہوئی قمیض جو کہ پیوند لگی ہوتی ہے، پہن کر اپنی شکستہ حالی غربت کا رونا ایسے روتے ہیں کہ سادہ دل لوگ متاثر ہو کر ان بھکاریوں کو اپنی جیب سے پیسے نکال کر دے دیتے ہیں۔ کار سوار ہوں، موٹر سائیکل والے ہوں، پیدل چلنے والے





ضرورت مندوں کی حاجت پوری ہوگی۔



ہوں یا پھر خواتین ہی کیوں نہ ہوں کوئی بھی ان بھکاریوں کی زد سے محفوظ نہیں ہے۔ حکومتی سطح پر بھی ان کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں کی جاتی۔ عوام ان پیشہ ور بھکاریوں کی وجہ سے سخت پریشان ہیں۔ یہ لوگ طاقتور مافیا کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

پیشہ ور بھکاریوں کو علاقے ٹھیکے پر دیئے جاتے ہیں، بعض ٹھیکیدار اپنے اپنے علاقوں کے متعلقہ تھانوں کو ماہانہ رقم بھی دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے اور اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک وفاق کی سطح پر ان بھکاریوں کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا، ایکشن قانونی بھی ہو سکتا ہے اور اصلاحی بھی۔ پاکستان کے ہر شہر میں بھکاریوں کے منظم گروہ موجود ہیں یہ لوگ ایک طرف تو پاکستان پر بوجھ ہیں اور دوسری طرف پاکستان کی بدنامی کا باعث بھی بنتے ہیں۔

07 نومبر 2023 کے ڈان اخبار کے مطابق پاکستان میں لاکھوں افراد نے بھیک مانگنا اپنی آمدنی کا واحد ذریعہ بنا لیا ہے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے پیچیدہ نیٹ ورک بنائے ہیں جو جغرافیائی حدود سے آگے نکل چکے ہیں۔ ہر سال رمضان المبارک کے ماہ میں بھکاری بڑے شہروں کا رخ کر لیتے ہیں، جہاں بھیک مانگنا زیادہ منافع بخش ہوتا ہے۔ ان بھکاریوں کی بڑی تعداد منشیات فروشی اور جرائم میں بھی ملوث ہے۔ مُلک میں پیشہ ور بھکاریوں کی روک تھام کیلئے نہ تو کوئی منصوبہ بندی کی گئی ہے اور نہ ہی کوئی ایسا پروگرام ترتیب دیا گیا ہے کہ ان کو ملک و قوم کے لیے کارآمد بنایا جا سکے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب مل کر یہ فیصلہ کریں کہ پیشہ ور بھکاریوں کو بھیک نہ دے کر ان کی حوصلہ شکنی کریں۔ اگر کسی کی مدد کرنی ہو تو جانچ پڑتال کے بعد کی جائے۔ جانچ پڑتال سے



کراچی سینٹرل جیل: قیدیوں کی اصلاح اور معاشرتی بحالی کی جانب اہم قدم

تعلیم، صحت، اور روحانیت میں بہتری کی کوششیں کر رہے ہیں، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سعید احمد سومرو کا کرائم بیورو کو خصوصی انٹرویو







رپورٹ: زاہد علی شاہ
تصاویر: عبدالستار قریشی

کراچی سینٹرل جیل کی تاریخ ایک سو سال سے زیادہ پرانی ہے اور اس کا شمار شہر کے اہم ترین اداروں میں ہوتا ہے۔ جیل انتظامیہ نے یہاں قیدیوں کی اصلاح اور معاشرتی بحالی کے لیے کئی اہم اقدامات اٹھائے ہیں۔ ان اقدامات کا مقصد یہ ہے کہ قیدیوں کو جیل میں سزا کے دوران بہتر ماحول فراہم کیا جائے تاکہ وہ جیل سے رہائی کے بعد معاشرتی زندگی میں ایک مثبت کردار ادا کر سکیں۔ اس حوالے سے، ہم نے سینٹرل جیل کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سعید احمد سومرو سے ایک خصوصی گفتگو کی۔

کرائم بیورو: سب سے پہلے، سینٹرل جیل کے قیام اور اس کی تاریخ کے بارے میں کچھ بتائیں۔

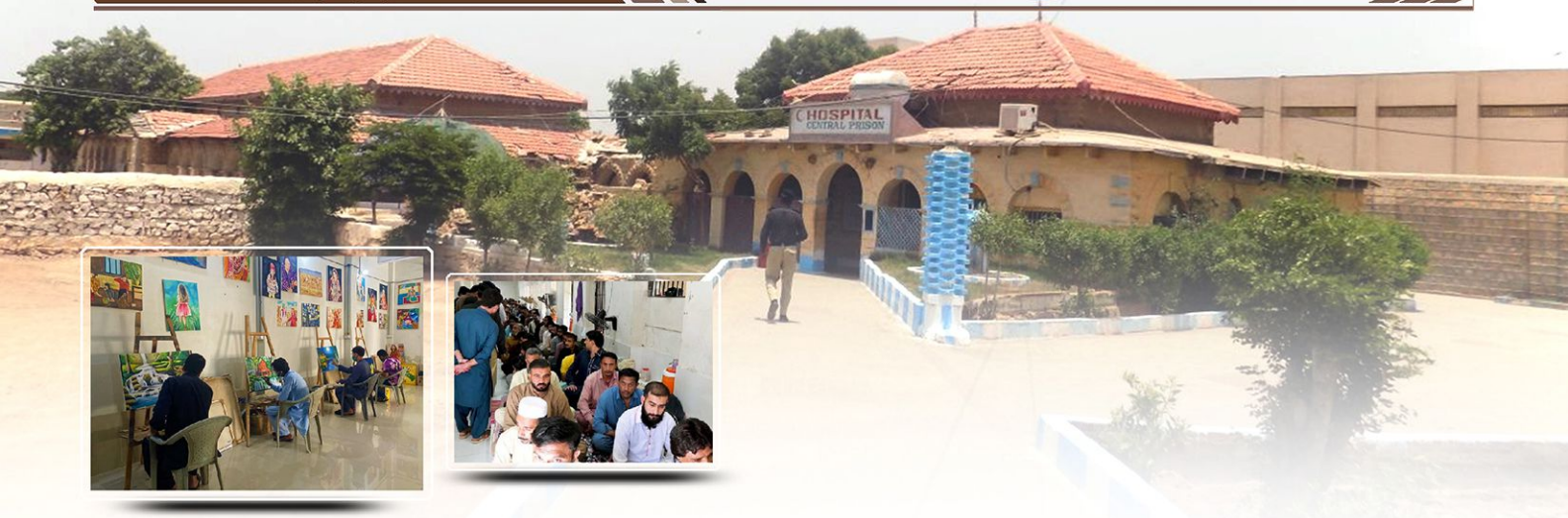
سعید احمد سومرو: کراچی سینٹرل جیل کا قیام **1892** میں ہوا تھا اور یہ شہر کی سب سے بڑی اور پرانی جیل ہے۔ اس وقت یہاں **7300** قیدی موجود ہیں جن میں سے **2500** قیدی سزا یافتہ ہیں جبکہ باقی انڈر ٹرائل ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ ہم قیدیوں کو صرف سزا نہ دیں بلکہ ان کی اصلاح اور معاشرتی بحالی کے لیے کام کریں تاکہ جب یہ جیل سے باہر نکلیں تو وہ معاشرے کا فائدہ مند حصہ بنیں۔

کرائم بیورو: جیل میں قیدیوں کی اصلاح کے لیے کون سے بنیادی اقدامات کیے گئے ہیں؟

سعید احمد سومرو: ہم قیدیوں کو تعلیم دینے کے لیے مختلف کورسز فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ جیل میں اپنی سزا کے دوران کچھ سیکھ کر باہر نکلیں اور معاشرت میں مثبت کردار ادا کریں۔ اس وقت تقریباً **4000** قیدی مختلف تعلیمی کورسز میں حصہ لے رہے ہیں، جن میں کمپیوٹر سائنس، زبانیں اور دیگر ہنر شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، ہم قیدیوں کو مختلف ہنر سکھانے کی کوشش کرتے ہیں جیسے کہ ایمبرائیڈری، پینٹنگ اور دیگر دستکاری کی مہارت۔ کئی قیدی ان ہنر سے روزگار بھی کما رہے ہیں اور مہینے کا **15** سے **20** ہزار روپے تک کما کر اپنے گھر والوں کی مالی مدد کر رہے ہیں۔

کرائم بیورو: جیل میں قیدیوں کو طبی سہولتیں کس حد تک فراہم کی جاتی ہیں؟

سعید احمد سومرو: جیل میں قیدیوں کی صحت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ یہاں ایک مکمل ہسپتال موجود ہے جہاں قیدیوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ جناح ہسپتال اور سول ہسپتال کے سرجن بھی



جیل میں آکر قیدیوں کا معائنہ کرتے ہیں۔اس وقت تقریباً **400** قیدی میڈیکل سہولتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہم ان کی صحت کی دیکھ بھال کے لیے تمام وسائل بروئے کار لا رہے ہیں۔

کرائم بیورو: جیل میں قیدیوں کے کھانے کے بارے میں کیا معلومات ہیں؟

سعید احمد سومرو: قیدیوں کے لیے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ صحت کے تمام اصولوں کے مطابق ہوتا ہے۔ گورنمنٹ فوڈ ڈیپارٹمنٹ کا کنٹریکٹ اس کا ذمہ دار ہے اور ہر قیدی کے کھانے کی قیمت **320** روپے ہے۔ روزانہ کا مینیو مقرر ہوتا ہے جس میں چکن، بیف، نہاری، حلیم، سبزیاں، دالیں، بریانی اور دیگر غذائی اجزاء شامل ہیں۔ ڈاکٹرز کھانے کا معائنہ کرتے ہیں اور پھر قیدیوں کو دیا جاتا ہے۔

کرائم بیورو: آپ کے خیال میں جیل میں قیدیوں کے لیے ماحول کا کیا اثر ہوتا ہے؟

سعید احمد سومرو: ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم قیدیوں کو ایسا ماحول فراہم کریں جس سے وہ دوبارہ جرائم کی دنیا میں نہ جائیں۔ ہم ان کو مثبت سرگرمیوں میں مشغول کرتے ہیں جیسے تعلیم، ہنرمندی اور روحانی ترقی۔ جب یہ قیدی جیل سے باہر نکلتے ہیں، تو وہ کسی بھی جرائم میں ملوث نہیں ہوتے اور معاشرے میں دوبارہ قدم رکھ سکتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں سے نکلنے والے ہر قیدی کی زندگی میں تبدیلی آئے اور وہ معاشرت میں ایک ذمہ دار فرد بن کر حصہ لے۔

کرائم بیورو: جیل میں قیدیوں کو ان کے گھر والوں سے ملاقات کی سہولت کس طرح دی جاتی ہے؟

سعید احمد سومرو: ہم قیدیوں کو ہفتے میں دو بار اپنے گھر والوں سے ملاقات کی اجازت دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے عزیزوں سے رابطہ برقرار رکھ سکیں۔ یہ ملاقاتیں قیدیوں کی ذہنی سکون کے لیے بہت اہم ہیں اور ان کی اصلاح میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

کرائم بیورو: آپ کے خیال میں قیدیوں کے ساتھ برتاؤ اور ان کی اصلاح کی کوششیں کس حد تک کامیاب ہیں؟

سعید احمد سومرو: ہمارے لیے یہ سب سے بڑی کامیابی ہے کہ ہم قیدیوں کی زندگیوں میں تبدیلی لا سکیں۔ میرے خیال میں جب تک ہم قیدیوں کے ساتھ انسانیت کے بنیادوں پر سلوک کریں گے اور انہیں معاشرتی طور پر بہتر بنانے کی کوشش کریں گے، وہ کبھی دوبارہ جرائم کی دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ ہماری ٹیم کا مقصد یہی ہے کہ



ہر قیدی اپنے کیے کی سزا بھگتنے کے ساتھ ساتھ اس اصلاحی عمل سے گزریں اور باہر جا کر معاشرتی طور پر کامیاب زندگی گزاریں۔

ڈی آئی جی جیل علی حسن سہتو اور ایس ایس پی سینٹرل جیل محمد یوسف کی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت جیل کی اصلاحات میں نمایاں کامیابیاں

کراچی سینٹرل جیل میں قیدیوں کی اصلاح اور معاشرتی بحالی کے لیے جیل انتظامیہ کی کوششیں قابل تحسین ہیں، اور اس کامیابی میں اہم کردار ادا کرنے والے دو اہم شخصیات کا ذکر کرنا ضروری ہے: ڈی آئی جی جیل علی حسن سہتو اور ایس ایس پی سینٹرل جیل محمد یوسف۔ ان دونوں کی قائدانہ صلاحیتوں اور محنت کی بدولت کراچی سینٹرل جیل میں جیل کے نظام میں بہتری لائی گئی ہے، اور قیدیوں کو بہتر ماحول فراہم کرنے کی کوششیں تیز کی گئی ہیں۔

ڈی آئی جی جیل علی حسن سہتو کی قیادت میں سینٹرل جیل میں نظم و ضبط میں نمایاں بہتری آئی ہے۔ انہوں نے جیل کی اصلاحات کی سمت کو درست کیا اور قیدیوں کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں۔ ان کی رہنمائی میں، جیل کی سیکیورٹی اور نظم و ضبط میں استحکام آیا، جس کے نتیجے میں قیدیوں کے درمیان تنازعات میں کمی آئی اور جیل کے اندر کے ماحول میں بہتری آئی۔

علی حسن سہتو نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ جیل کا مقصد صرف سزا دینا نہیں ہے، بلکہ قیدیوں کی اصلاح بھی ہے۔ انہوں نے جیل کے انتظامی عمل کو مزید مضبوط بنانے کے لیے جدید سیکیورٹی نظام متعارف کرایا، جس سے جیل کے اندر امن و سکون قائم ہوا۔ ان کی قیادت میں، سینٹرل جیل نے قیدیوں کی اصلاح کے مختلف پروگرامز شروع کیے ہیں، جن میں تعلیم، ہنر مندی، اور روحانی ترقی شامل ہیں۔

ایس ایس پی سینٹرل جیل محمد یوسف نے سینٹرل جیل کی انتظامیہ میں بہتری لانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے قیدیوں کے حقوق کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان کی زندگیوں میں بہتری لانے کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں۔ محمد یوسف کی قیادت میں جیل کی اندرونی صورتحال میں نمایاں بہتری آئی، اور قیدیوں کو ایک بہتر اور محفوظ ماحول فراہم کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔

ڈپٹی سپرنٹینڈنٹ سعید احمد سومرو کی قیادت میں کراچی سینٹرل جیل میں قیدیوں کی اصلاح، تعلیم، صحت، اور روحانیت کے حوالے سے اہم اقدامات کیے جا رہے ہیں، جو نہ صرف قیدیوں کی زندگیاں بدل رہے ہیں بلکہ ان کے معاشرتی بحالی کی کوششوں میں بھی مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔

عوام بلاخوف شکایات درج کرائیں، ازالہ ہوگا، عثمان غنی صدیقی

ایسٹ زون بہت بڑا زون ہے جس میں کورنگی، لانڈھی، ملیر، گلشن اقبال، گلستان جوہر اور بریگیڈ سمیت اور بھی علاقے شامل ہیں، ڈی آئی جی ایسٹ کی کرائم بیورو سے خصوصی گفتگو

رپورٹ: زاہد علی شاہ
تصاویر: عبدالستار قریشی

کراچی کے ایسٹ زون کے ڈی آئی جی عثمان غنی صدیقی اس وقت











اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس حوالے سے، کرائم بیورو کے نمائندے سے ایک خصوصی گفتگو میں انہوں نے ایسٹ زون کے مختلف مسائل اور عوامی تحفظ کے لیے کیے جانے والے اقدامات پر روشنی ڈالی۔

کرائم بیورو: سب سے پہلے تو ہمیں ایسٹ زون کے بارے میں کچھ آگاہی دیں، یہ کتنا بڑا زون ہے اور اس میں کون کون سے علاقے شامل ہیں؟

عثمان غنی صدیقی: ایسٹ زون بہت بڑا زون ہے جس میں کورنگی، لانڈھی، ملیر، گلشن اقبال، گلستان جوہر اور بریگیڈ سمیت اور بھی کئی علاقے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، اس زون میں ائیر پورٹ بھی آتا ہے۔ یہاں ایک بڑا مسئلہ چائنیز کی سیکیورٹی کا بھی ہے کیونکہ یہاں بڑی مارکیٹیں اور کاروباری علاقے بھی موجود ہیں۔

کرائم بیورو: کرائم کی صورتحال کے حوالے سے ایسٹ زون میں کیا تبدیلیاں آئی ہیں؟

عثمان غنی صدیقی: پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال چوری کی وارداتوں میں واضح کمی آئی ہے اور کاروں کی چوری بھی کم ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ، ایسٹ زون کے انڈسٹریل ایریا اور ملیر ایکسپریس وے کے اطراف میں چوری اور ڈکیتی کی شکایات کافی زیادہ آرہی تھیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے ہم نے ایک خصوصی فورس تشکیل دی ہے اور وہاں پکٹس لگا کر اسپیشل فورس تعینات کی ہے تاکہ اس علاقے میں ہونے والی وارداتوں کو روکا جاسکے۔

کرائم بیورو: آپ کی جانب سے اس علاقے میں کیے گئے اقدامات کے بارے میں کچھ بتائیں۔

عثمان غنی صدیقی: میں خود بھی ملیر ایکسپریس وے اور دیگر مقامات کا دورہ کرتا ہوں۔ حالیہ دنوں میں، ملیر ایکسپریس وے پر ایک موٹر سائیکل سوار کو ڈکیتوں نے گولی مار کر زخمی کر دیا۔ گولی کی آواز سن کر قریب ہی کھڑی پولیس موبائل فوری طور پر موقع پر پہنچی اور ڈکیتوں کا تعاقب کرتے ہوئے ایک کو ہلاک کر دیا۔ اس طرح کے اقدامات مسلسل جاری ہیں، اور کورنگی میں آٹھ سے دس پولیس مقابلے ہو چکے ہیں، جس میں کئی ڈاکو زخمی ہوئے اور کچھ ہلاک بھی ہوئے ہیں۔

کرائم بیورو: عوام کی جانب سے شکایات کے حوالے سے آپ کا کیا پیغام ہے؟

عثمان غنی صدیقی: میری کوشش یہ ہے کہ ایسٹ زون کو عوام کے لیے مکمل طور پر محفوظ بنایا جائے، تاکہ عوام خوف کے بغیر اپنی زندگی گزار سکیں۔ میں نے تمام پولیس افسران اور اہلکاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ عوام کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آئیں تاکہ عوام اور پولیس کے درمیان تعلقات بہتر ہوں۔ عوام کو چاہیئے کہ وہ چوری، ڈکیتی یا کسی بھی قسم کی شکایات اپنے متعلقہ پولیس اسٹیشن میں درج کرائیں۔ پولیس فوری طور پر ان شکایات کا ازالہ کرے گی۔

کرائم بیورو: بعض اوقات شکایات کا ازالہ تاخیر کا شکار ہو جاتا ہے، اس بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟

عثمان غنی صدیقی: یہ شکایات بالکل جائز ہیں اور میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ اب عوام کو تاخیر کا سامنا نہیں ہوگا۔ آئی جی سندھ غلام نبی میمن صاحب کا کمپلین سیل بھی قائم کیا گیا ہے جہاں عوام اپنی شکایات درج کرا سکتے ہیں اور چوبیس گھنٹے کے اندر ان کا ازالہ کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ، ہمارے پاس بھی شکایات سیل موجود ہے جہاں ہم عوامی شکایات پر فوری کارروائی کرتے ہیں اور ایف آئی آر درج کر کے اس کا فوری حل نکالتے ہیں۔

کرائم بیورو: عوام کی شکایات کے حوالے سے کیا آپ کوئی اضافی پیغام دینا چاہیں گے؟

عثمان غنی صدیقی: میں عوام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول پر نظر رکھیں اور اگر کہیں بھی مشکوک سرگرمی نظر آئے تو فوراً اپنے متعلقہ پولیس اسٹیشن یا پولیس ہیلپ لائن **15** پر اطلاع دیں۔ پولیس کی مختلف ویب سائٹس بھی ہیں جہاں عوام اپنی شکایات درج کرا سکتے ہیں، اور ہم فوراً ان پر عمل کریں گے۔ ان سب اقدامات کا مقصد یہ ہے کہ ہم معاشرے سے جرائم پیشہ افراد کا خاتمہ کر سکیں اور عوام کو ایک محفوظ ماحول فراہم کر سکیں۔



اسسٹنٹ کمشنر فیروز آباد کا کرائم بیورو کے ہمراہ گراں فروشوں کیخلاف کریک ڈاؤن

بلال علوی نے صدر کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا، دکان داروں پر جرمانے عائد، اور سرکاری نرخ پر اشیاء کی فروخت یقینی بنائی

رپورٹ: زاہد علی شاہ

کراچی، پاکستان کا معاشی حب، عرصہ دراز سے گراں فروشی جیسے مسئلے کا شکار ہے۔ دکان دار اکثر سرکاری نرخوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی مرضی کے نرخ پر اشیاء فروخت کرتے ہیں، جس سے عوام کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مسئلے کے تدارک کے لیے اسسٹنٹ کمشنر فیروز آباد ڈسٹرکٹ ایسٹ بلال علوی نے کرائم بیورو کے ہمراہ صدر کے مختلف علاقوں میں گراں فروشوں کے خلاف کریک ڈاؤن کیا۔



بلال علوی نے کرائم بیورو کی ٹیم کے ساتھ مختلف دکانوں پر چھاپے مارے، جہاں نہ تو سرکاری ریٹ لسٹ آویزاں تھی اور نہ ہی اشیاء سرکاری نرخوں پر فروخت کی جا رہی تھیں۔ انہوں نے گراں فروش دکان داروں پر جرمانے عائد کیے اور اپنی موجودگی میں عوام کو سرکاری نرخ پر اشیاء فراہم کرائیں۔

عوامی ریلیف کے لیے فوری اقدامات

کرائم بیورو سے بات کرتے ہوئے اسسٹنٹ کمشنر بلال علوی نے کہا: کمشنر کراچی کی ہدایات کے مطابق ہم روزانہ کی بنیاد پر اشیاء کے نرخوں کو کنٹرول کر رہے ہیں تاکہ عوام کو ریلیف فراہم کیا جا سکے۔ سبزی، پھل اور دیگر ضروری اشیاء کی سرکاری نرخوں پر فروخت یقینی بنانے کے لیے میں خود موقع پر موجود ہوں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ عوام سرکاری نرخ پر خریداری کریں اور گراں فروشوں کے خلاف فوری کارروائی ہو۔

جرمانے اور سرکاری نرخ کی عمل داری

دورے کے دوران کئی دکان داروں پر جرمانے عائد کیے گئے اور ان پر واضح کیا گیا کہ سرکاری ریٹ لسٹ کے مطابق اشیاء کی فروخت کو یقینی



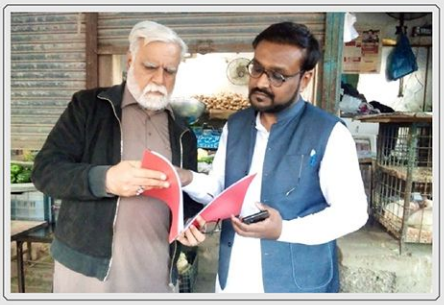
بنایا جائے۔ بلال علوی نے کہا کہ پہلے دکان دار چالان جمع کروانے کے بعد دوبارہ مہنگے داموں اشیاء فروخت کرتے تھے، لیکن اب ہم اپنی موجودگی میں سرکاری نرخ پر اشیاء فراہم کروا رہے ہیں تاکہ عوام کو حقیقی ریلیف مل سکے۔

عوامی شکایات کے ازالے کیلئے کنٹرول روم کا قیام

انہوں نے بتایا کہ کمشنر کراچی کے دفتر میں ایک کنٹرول روم قائم کیا گیا ہے، جہاں عوام کی شکایات سنی جاتی ہیں اور فوری طور پر ان کا ازالہ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا: ہم عوام کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ جہاں سے بھی شکایت موصول ہو، اس پر فوری کارروائی کی جائے گی۔ عوام کو چاہیے کہ وہ گراں فروشوں کے خلاف شکایات درج کروائیں تاکہ ہم ان مسائل کا سدباب کر سکیں۔

دفاتر سے باہر نکل کر عوامی خدمت کا عزم

بلال علوی نے واضح کیا کہ عوام کو ریلیف دینے کے لیے دفاتر سے باہر نکل کر میدان میں کام کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ کمشنر کراچی کے واضح احکامات ہیں کہ پرائس کنٹرول کے اقدامات روزانہ کی بنیاد پر کیے جائیں تاکہ عوام کی مشکلات کم ہوں۔

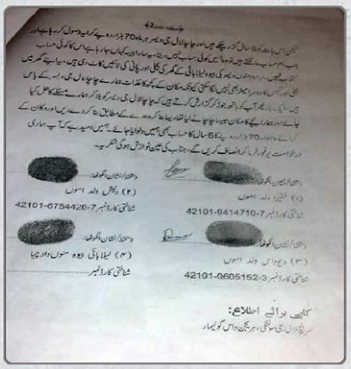


اسسٹنٹ کمشنر فیروز آباد بلال علوی کا یہ کریک ڈاؤن عوامی مسائل کے حل کے لیے ان کی سنجیدگی کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کے اقدامات قابل تعریف ہیں، جن کی بدولت گراں فروشی پر قابو پانے اور عوام کو سرکاری نرخ پر اشیاء فراہم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ عوام کو بھی چاہیے کہ وہ حکومتی اقدامات میں تعاون کریں اور گراں فروشی کے خلاف اپنی آواز بلند کریں۔

دیوداس کا اپنا گھر، اپنا حق

میرے والد کا مکان، میرے حق کا سوال

کراچی کی گلیوں میں جہاں ہر روز بے شمار کہانیاں رچتی ہیں، ایک کہانی ایسی بھی ہے جس میں انصاف کا دروازہ ایک غریب مگر عزم سے بھرا شخص کھٹکھٹا رہا ہے۔ یہ کہانی ہے دیوداس کی، جس کا اپنا ہی گھر اس کے ہاتھوں سے چھن چکا ہے، اور جس کی زندگی کی سب سے بڑی جنگ اپنے حق کو واپس حاصل کرنے کی ہے۔













گھر کی چھاؤں چھن گئی

کراچی کے علاقے گلبہار گولیمار نمبر 1 میں واقع ایک چھوٹا سا مکان تھا، جو دیوداس کے والد آمولال کا تھا۔ یہ مکان نہ صرف دیوداس کے لئے، بلکہ اس کے خاندان کے لئے ایک امانت کی طرح تھا۔ آمولال کا مکان ایک مشترکہ جائیداد تھی، جس پر اس کے بھائی اور بہنوں کا بھی حق تھا۔ لیکن پھر ایک دن دیوداس کے سگے چاچا لال دیسر نے اس مکان پر قبضہ کر لیا۔

دیوداس کے مطابق، ان کے والد کا مکان ان کی اور ان کے بہن بھائیوں کی مشترکہ ملکیت تھی۔ اس پر ان کا برابر کا حق تھا، مگر ان کے چاچا نے اس پر قبضہ کر لیا۔ ”میرے والد کا مکان تھا، اور میرے پورے خاندان کا اس پر حق تھا۔ لیکن میرے چاچا نے اس پر قبضہ کر لیا ہے، اور ہمیں بے دخل کر دیا۔ اب ہم اپنے ہی گھر میں رہنے سے محروم ہیں، اور ان کے ظلم کے سامنے بے بس ہیں۔

عدلیہ کی خاموشی اور کاغذی جنگ

دیوداس کا کہنا ہے کہ اس کے بعد، ان کی ہندو برادری کی پنچایت نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ آمولال کا حصہ اس کے بچوں کو دیا جائے گا۔ مگر لال دیسر نے اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور نہ صرف گھر سے نکال دیا بلکہ اس کے حصے کو بھی ہڑپ کر لیا۔ میرے چاچا نے نہ صرف میرے حصے کا مکان چھین لیا بلکہ میری دکان بھی چھین لی۔ وہ دکان جس سے میں اپنے خاندان کا پیٹ پالتا تھا، وہ بھی اب میرے چاچا کے قبضے میں ہے۔ دیوداس کی دکان سے 45 ہزار روپے ماہانہ کرایہ آ رہا تھا، جس سے وہ اپنے رہائشی کرائے کا انتظام کرتا تھا۔ مگر جب اس نے کرایہ دار سے ایگریمنٹ کروا لیا تو اس کا ایگریمنٹ بھی چاچا نے اپنے نام پر کروا لیا اور کرایہ بھی خود وصول کرنا شروع کر دیا۔ دیوداس کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اس کے چاچا نے نہ صرف اس کے گھر کا قبضہ کیا بلکہ اس کے کاروبار کا بھی استحصال کیا۔

دھوکہ دہی اور کاغذات کی چوری

یہ ظلم یہاں تک ہی محدود نہیں تھا۔ دیوداس کا دعویٰ ہے کہ لال دیسر نے دھوکہ دہی سے گھر کے آدھے کاغذات چھین لئے ہیں اور انہیں اپنے نام پر منتقل کر لیا۔ ”میرے چاچا نے ہمارے مکان کے آدھے کاغذات چھین کر دھوکہ دہی سے اپنے نام پر کروا لئے ہیں۔ اب وہ ہمارے حصے پر قابض ہیں اور ہمیں ہمارے حق سے محروم کر چکے ہیں۔

اپنی جدوجہد کا آغاز

دیوداس نے اپنے حق کے لیے جنگ شروع کی۔ اس نے کئی بار پولیس تھانے اور متعلقہ محکموں میں درخواستیں جمع کرائیں، لیکن آج تک اس کی شکایات پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ میں نے بار بار درخواستیں دیں، لیکن آج تک کوئی سنوائی نہیں ہوئی۔ میرے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ میں اپنے ہی گھر کا حق نہ پا سکوں، اور میرے بچے در بدر ہوں۔

دعا اور اپیل

دیوداس کی زندگی کا یہ لمحات وہ ہیں جب اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے حق کے لیے لڑے گا، اور وہ نہ صرف اپنے خاندان کے لئے بلکہ اپنے تمام ہندو بھائیوں کے لئے یہ جنگ لڑنا چاہتا تھا۔

میری زندگی کا یہ مشکل ترین وقت ہے۔ میں صرف اپنے خاندان کے لئے انصاف چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ جو ظلم ہوا ہے، میں اس کا بدلہ نہیں چاہتا، بس مجھے میرے حق کا دیا جائے تا کہ میری فیملی دوبارہ اپنے ہی گھر میں سکون سے رہ سکے۔

خواب کا حصول

یہ کہانی صرف دیوداس کی نہیں بلکہ ایک خواب ہے، ایک خواہش ہے کہ اس دنیا میں انصاف کا نظام اتنا مضبوط ہو کہ کوئی بھی ظلم کرنے والا اس کا شکار نہ ہو۔ دیوداس کا خواب سادہ ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کا اپنا گھر اس کے ہاتھوں میں ہو، اس کا اپنا حق واپس ملے اور وہ اپنے خاندان کے ساتھ سکون کی زندگی گزار سکے۔ میرے والد کا مکان میرا حق تھا، اور میں وہ حق واپس چاہتا ہوں۔ اگر حکومت اور متعلقہ ادارے ہمارے ساتھ تعاون کریں تو شاید ہمیں انصاف مل سکے۔ یہ صرف ایک فرد کا نہیں، بلکہ ایک پورے خاندان کا حق ہے جس کے لئے دیوداس نے اپنی جنگ جاری رکھی ہے۔ اس کی جدوجہد صرف اس کے اپنے لئے نہیں بلکہ ان تمام افراد کے لیے ہے جو کسی بھی شکل میں اپنے حق سے محروم ہیں۔ آخر کار، کیا دیوداس کا حق واپس ملے گا؟ یہ سوال ابھی تک جواب کا منتظر ہے۔



حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کا عمومی اجلاس، شہر کی تعمیر و ترقی پر اہم فیصلے





رپورٹ، عبدالغفور سروہی

حیدرآباد: میئر حیدرآباد کاشف علی شورو کی صدارت میں حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کا عمومی اجلاس ممتاز مرزا آڈیٹوریم (سندھ میوزیم) میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں میونسپل کمشنر ظہور احمد لکھن، اراکین کونسل، بلدیہ کے افسران اور اسٹاف کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول ﷺ سے کیا گیا، جس میں 15 نکاتی ایجنڈے پر غور کیا گیا۔

شہر کی ترقی اور میگا پراجیکٹس پر پیشرفت

میئر حیدرآباد کاشف علی شورو نے اجلاس سے خطاب میں کہا کہ پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت اور چیئرمین بلاول بھٹو کے ویژن کے تحت حیدرآباد کی ترقی کے لیے عملی اقدامات جاری ہیں۔ انہوں نے اپنے حالیہ سرکاری دورہ امریکہ (ٹولیڈو سسٹر سٹی) کے دوران کیے گئے معاہدوں اور مشاہدات سے آگاہ کیا، جن میں شہریوں کے لیے پینے کے صاف پانی کی فراہمی، لائبریریوں کے لیے 10 لاکھ کتابوں کی دستیابی، اور حیدرآباد کی ہینڈی کرافٹس کی بین الاقوامی سطح پر تشہیر شامل ہے۔

انفراسٹرکچر کی بہتری اور نکاسی آب کے مسائل کا حل

میئر نے انفراسٹرکچر کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ حیدرآباد واٹر اینڈ سیوریج کارپوریشن کے ذریعے سیوریج سسٹم، پمپنگ اسٹیشنز اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی کو بہتر بنایا جا رہا ہے۔ لطیف آباد میں دو فلٹر پلانٹس میں سے ایک مکمل ہو چکا ہے، جبکہ دوسرے پر کام جاری ہے۔ مزید برآں، بلدیہ اعلیٰ کی حدود میں چار فلٹر پلانٹس کی تعمیر کا منصوبہ بھی زیر غور ہے۔

سندھ حکومت اور ورلڈ بینک کے تعاون سے منصوبے

میئر نے اعلان کیا کہ سندھ حکومت کے تعاون سے حیدرآباد کے لیے 5 ارب روپے کا ترقیاتی پیکج منظور کیا گیا ہے، جبکہ ورلڈ بینک کے سندھ سیکنڈری سٹیز پروگرام کے تحت 28 ارب روپے کے منصوبے بھی حتمی مراحل میں ہیں، جن میں سٹی اور لطیف آباد کے ترقیاتی کام شامل ہیں۔

بلدیاتی امور پر کمیٹیاں تشکیل

اجلاس میں تعمیر و ترقی کے کاموں کے معیار اور ضرورت کا جائزہ لینے کے لیے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں، شہر میں تجاوزات کے خاتمے اور غیر قانونی ذبح خانوں کے خلاف کارروائی کے لیے ایک اور کمیٹی تشکیل دی جائے گی، جو ایک ہفتے میں اپنی رپورٹ پیش کرے گی۔

شہر میں LED لائٹس اور دیگر ترقیاتی منصوبے

اجلاس میں شہر بھر میں LED لائٹس معہ پولز کی تنصیب کی تجویز بھی پیش کی گئی، جسے ایوان نے متفقہ طور پر منظور کرلیا۔ مزید برآں، بلدیہ کے ریٹائرڈ اور مرحوم ملازمین کے بقایا جات کی ادائیگی کے لیے 40 کروڑ روپے جاری کیے گئے ہیں، اور جلد ہی تمام واجبات کلیئر کیے جائیں گے۔

مختلف قراردادوں کی منظوری

اجلاس میں سابقہ عمومی اجلاس کی کارروائی کی توثیق کی گئی اور میئر حیدرآباد کے سرکاری دورہ امریکہ کی منظوری دی گئی۔ مزید برآں، چارجڈ پارکنگ نیلامی، تعمیراتی کاموں کے ٹینڈرز، کونسل سیکشن کے پرمنٹ ایڈوانس میں اضافہ، اور رانی باغ میں 15٪ اضافے سمیت مختلف نکات پر بھی منظوری دی گئی۔

عوامی مسائل پر توجہ اور منشیات کے خلاف قرارداد

اجلاس میں مختلف یوسیز کے چیئرمینز نے اپنے علاقوں کے مسائل پیش کیے، جن میں سڑکوں، اسکولوں، اسپتالوں کے اطراف صفائی، اور فلائی اوورز کی تعمیر سے متعلق قراردادیں شامل تھیں۔ ایوان نے شہر میں منشیات کے بڑھتے ہوئے پھیلاؤ کی روک تھام کے لیے ایک متفقہ قرارداد بھی منظور کی۔

اجلاس کی کارروائی اور اختتام

اجلاس میں تمام ایجنڈوں اور قراردادوں کی منظوری دی گئی، اور کارروائی خوشگوار ماحول میں جاری رہی۔ آخر میں، بی بی شہید محترمہ بینظیر بھٹو، شہدائے جمہوریت، اور جماعت اسلامی کے عبدالوحید قریشی کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی گئی۔

کراچی میں زمینوں پر قبضے اور کراچی پولیس چیف کے دعوے



کریک ڈاؤن اور شفافیت کے وعدوں کے باوجود کراچی کے تاجروں اور صنعتکاروں کی جانب سے زمینوں پر قبضوں اور مافیا سرگرمیوں کے حوالے سے اٹھائے گئے سوالات نے ایک بار پھر شہر کی قانون نافذ کرنے والی ایجنسیز کی کارکردگی کو مرکزِ بحث بنا دیا ہے۔ ایڈیشنل انسپکٹر جنرل پولیس (اے آئی جی) جاوید عالم اوڈھو نے بدھ کو نارتھ کراچی ایسوسی ایشن آف ٹریڈ اینڈ انڈسٹری کے اجلاس میں صحافیوں کے سامنے اہم موقف اختیار کیا اور تاجروں کے دعووں کو مسترد کرتے ہوئے کہا: "2024 میں زمینوں پر قبضے اور تجاوزات کی شکایات 2023 کے مقابلے میں کم ہوئی ہیں۔ پولیس نے ہر سطح پر زیرو ٹالرنس کا مظاہرہ کیا ہے۔





زمینی تنازعات: اعداد و شمار اور زمینی حقائق

اے آئی جی جاوید عالم اوڈھو کے مطابق، گزشتہ سال زمینوں پر ناجائز قبضوں کے خلاف پولیس نے 125 مقدمات درج کیے، جن میں 47 افسران کے خلاف کارروائی بھی شامل ہے۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ کچھ کیسز میں پولیس اہلکاروں کی غفلت یا بدعنوانی سامنے آئی، لیکن ان کے خلاف "سخت ترین سزائیں دی گئیں۔ تاہم، نارتھ کراچی کے تاجروں کا اصرار ہے کہ کچھ علاقوں میں زمینی مافیا کی سرگرمیاں اب بھی جاری ہیں، جن میں بجلی چوری کا نیٹ ورک اور نجی پراپرٹی پر دھونس جیسے مسائل نمایاں ہیں۔

سڑک جرائم میں کمی: پولیس کا دعویٰ

ایڈیشنل آئی جی نے شہر میں امن و امان کی بہتری کو اپنی ترجیحات میں شامل کرتے ہوئے بتایا کہ 2024 کے دوران کراچی میں اسٹریٹ کرائم میں "24 فیصد کمی" دیکھی گئی، جبکہ موبائل فونز اور موٹر سائیکل چوری کے واقعات بھی کم ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ سی سی ٹی وی کیمروں کے نیٹ ورک کو مزید بڑھانے اور گشتوں کی تعداد میں اضافے سے یہ نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ تاہم، انہوں نے تسلیم کیا کہ کندہ مافیا (بجلی چوری کا گروہ) جیسے مسائل کو صرف





پولیس اکیلے حل نہیں کرسکتی، بلکہ اس کے لیے لیکٹرک محکمے اور مقامی انتظامیہ کے ساتھ مشترکہ کوششیں ضروری ہیں۔

صنعتی زون کی ترقی اور چیلنجز

نارتھ کراچی ایسوسی ایشن آف ٹریڈ اینڈ انڈسٹری کے صدر* فیصل معز خان* نے اجلاس میں بتایا کہ یہ صنعتی علاقہ ملک کے لیے سالانہ* 30 سے 40 ملین ڈالر کی برآمدات پیدا کرتا ہے اور 8,000 چھوٹی، درمیانی، اور بڑی صنعتوں کا گھر ہے۔ انہوں نے کہا کہ علاقے میں 100 سے زائد سی ٹی وی کیمرے* نصب کیے گئے ہیں، جس کے بعد چھ ماہ سے کوئی بڑا جرم پیش نہیں آیا۔ تاہم، انہوں نے ایک ایسے مافیا کی طرف اشارہ کیا جو نجی طور پر پی پی ایم ٹی سسٹم پر کنڈے لگا کر ہر گھرانے سے 1,500 روپے وصول کرتا ہے۔

آبادیاتی دباؤ اور چنگچی مافیا

اے آئی جی نے شہر کی بڑھتی ہوئی آبادی کو نئے مسائل کا سبب قرار دیتے ہوئے کہا کہ چنگچی مافیا (ٹرانسپورٹ مافیا) جیسے گروہوں کے خلاف کام کرنے کے لیے محکمہ ٹریفک اور دیگر اداروں کے ساتھ مربوط حکمت عملی اپنائی جائے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ مافیا نہ صرف عوامی املاک پر قبضہ کرتا ہے بلکہ روزگار کے بڑے ذرائع کو بھی متاثر کر رہا ہے۔

تنقیدی تجزیہ: کیا واقعی صورتحال بہتر ہوئی ہے؟

اگرچہ پولیس کے اعداد و شمار جرائم میں کمی کی تصدیق کرتے ہیں، لیکن تاجروں اور صنعتکاروں کا ماننا ہے کہ زمینی حقائق میں نمایاں تبدیلی نظر نہیں آتی۔ مثال کے طور پر، بجلی چوری کا مافیا اب بھی کھلے عام کام کر رہا ہے، جبکہ کچھ علاقوں میں پولیس کی غیر موجودگی یا رشوت خوری کے واقعات بھی سامنے آئے ہیں۔ اے آئی جی نے اس پر ردِعمل دیتے ہوئے کہا: "ہماری کوشش ہے کہ ہر شہری کو انصاف ملے، لیکن اس کے لیے عوام کا تعاون بھی ضروری ہے۔"

آئندہ کی راہ: شراکت داری اور ٹیکنالوجی

اے آئی جی اوڈھو کے مطابق، زمینوں پر قبضوں سے متعلق تمام شکایات کی تفصیلی رپورٹ جلد عوامی کی جائے گی۔ انہوں نے نجی شعبے کی جانب سے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (PPP) کے تحت ترقیاتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کی پیشکش کو سراہتے ہوئے کہا کہ شہر کی تعمیر و ترقی کے لیے یہ ایک مثبت قدم ہے۔ نیز، صنعتی زون میں سکیورٹی کو مزید بہتر بنانے کے لیے اسمارٹ ایپس اور جدید سرویلنس سسٹمز متعارف کرانے کا بھی اعلان کیا گیا۔

کراچی، جو ملک کی معاشی رگوں کا مرکز ہے، کے لیے امن و امان کی بحالی نہ صرف مقامی آبادی بلکہ قومی معیشت کے لیے بھی انتہائی اہم ہے۔ ایڈیشنل آئی جی کے بیانات اور اعداد و شمار امید کی کرن ضرور ہیں، لیکن زمینی سطح پر محکموں کے درمیان ہم آہنگی، شفافیت، اور عوامی اعتماد کی تعمیر کے بغیر یہ کوششیں ادھوری رہیں گی۔ تاجروں کا مطالبہ ہے کہ دعووں اور اعداد و شمار تک محدود رہنے کے بجائے، عملی اقدامات کی عکاسی روزمرہ کی زندگی میں نظر آنی چاہیے۔

کراچی کی آلودہ ساحلی پٹی:

ایک وقت تھا ہم یہاں بال دھوتے تھے

اب یہ مٹی پاؤں پر لگ جائے تو کئی روز کالک نہیں جاتی

کراچی کے علاقے ریڑھی گوٹھ کے رہائشی نواز علی نے ساحل سمندر پر موجود سیاہ مٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی بات کا آغاز کیا۔ نواز پیشے کے لحاظ سے مچھیرے ہیں اور اُن کی عمر 40 سال کے لگ بھگ ہے۔ ’پہلے تک یہاں کا پانی صاف ہوا کرتا تھا اور ہم ساحل کے نزدیک پانیوں سے مچھلی پکڑ کے بازار میں بیچا کرتے تھے۔ مگر گذشتہ چند برسوں سے پورے کراچی کا سیوریج کا پانی اس سمندر میں بہایا جارہا ہے، (یہاں کی) پوری مٹی کالی ہوگئی ہے۔‘ نواز بتاتے ہیں کہ ’ماضی میں کراچی شہر کے طول و عرض میں بہنے والے برساتی نالوں کے ذریعے پانی اور صاف مٹی سمندر میں داخل ہوتی تھی جس سے ساحل کے قریب موجود جزیرے بڑے ہوتے تھے۔ اب حالت یہ ہے کہ وہ جزیرے جن پر ہم کبھی 10 کلومیٹر پیدل چل کر کنارے پر پہنچتے تھے وہ سمندر برد ہو چکے ہیں۔‘ ’پہلے پانی بہت صاف تھا اور اگر حادثاتی طور پر کوئی ڈوب جاتا تو اسے باآسانی تلاش کرلیا جاتا تھا مگر اب سیاہی مائل مٹی کی وجہ سے ڈوبنے والوں کی لاشیں کئی کئی روز تک نہیں ملتیں۔ سیوریج کے پانی نے ساحل کے نزدیکی علاقوں میں دلدل کی صورت اختیار کرلی ہے اور اکثر ڈوبنے والے یہاں پھنس جاتے ہیں۔‘ اس سب کی بڑی وجہ قریب واقع بھینس کالونی سے سمندر میں بہایا جانے والا ہزاروں ٹن فضلہ ہے۔ اس ساری گندگی کی صورتحال کے باعث پاپلیٹ، کڈی، جھینگا، پھاڑ سمیت دیگر اقسام کی مچھلیاں اب یہاں سے ناپید ہوچکی ہیں۔

کراچی واٹر اینڈ سیوریج کارپوریشن کے سنہ 2015 کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کے سب سے بڑے شہر میں روزانہ تقریباً 470 ایم جی ڈی سیوریج پیدا ہوتا ہے جو کہ شہر میں سپلائی کیے جانیوالے پانی کا 70 فیصد ہے۔ تاہم یہ اعداد و شمار نا صرف سرکاری ہیں بلکہ نو سال پرانے بھی۔ ورلڈ بینک کے اندازوں کے مطابق دنیا میں ہر فرد کو یومیہ اوسطاً 40 گیلن تک پانی درکار ہوتا ہے۔ اگر اس اندازے کو سامنے رکھیں تو ڈھائی کروڑ کی آبادی والے کراچی شہر کی پانی کی روزانہ ضرورت 1000 ایم جی ڈی ہے اور اگر ان بنیادوں پر تخمینہ لگائیں تو کراچی میں پیدا ہونیوالے سیوریج کی مقدار 700 ایم جی ڈی کے لگ بھگ بنتی ہے۔

میئر کراچی مرتضی وہاب نے تحریری طور پر بتایا کہ ’شہر میں درحقیقت چار سیوریج ٹریٹمنٹ پلانٹس ہونے چاہییں تھے۔ ٹی پی 2 کیلئے درکار زمین ایم کیو ایم کے دور حکومت میں الاٹ کی گئی تھی جو کہ چائینہ کٹنگ کے ذریعے حاصل کی گئی تھی جبکہ کورنگی کے علاقے میں ٹی پی 4 بھی تعمیر ہی نہیں ہو سکا۔ موجودہ حکومت نے ٹی پی 3 کو اب فعال کر دیا ہے جس میں 54 ایم جی ڈی سیوریج کو ٹریٹ کرنے کی صلاحیت ہے اور جون 2025 تک اس صلاحیت کو 100 ایم جی ڈی تک پہنچایا جائے گا۔ ٹی پی ون کو 2025 کے اختتام تک فعال کر دیا جائے گا۔



زندگی بھر کی کمائی، ایک لمحے میں لُٹ گئی!

رپورٹ زاہد علی شاہ



کراچی کے محمد آصف کی کہانی ایک عام دیہاڑی دار مزدور کی ہے، جو دن بھر کی مشقت کے بعد شام کو تھکا ہارا اپنے کرائے کے گھر میں واپس آتا۔ اس کے پاس دولت کے انبار نہیں تھے، مگر ایک چیز تھی جسے وہ اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھتا تھا۔ بی سرجانی ٹاؤن کے عباسی گوٹھ میں 120 گز کا ایک چھوٹا سا مکان، جو اس نے زندگی بھر کی محنت اور بچت سے خریدا تھا۔ یہی مکان اس کے خوابوں کی بنیاد تھا، یہی اس کے بچوں کے محفوظ مستقبل کی ضمانت تھا۔

مشکلات کی شروعات

وقت گزرتا گیا اور آصف کو مالی مشکلات کا سامنا ہونے لگا۔ بیماری اور قرضوں نے اس کا جینا دوبھر کر دیا۔ دوائیوں اور روزمرہ اخراجات کے لیے اسے قرض لینا پڑا، جو وقت کے ساتھ بڑھتا گیا۔ آخرکار، جب تمام راستے بند ہو گئے تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنا مکان بیچ دے تاکہ قرض ادا کر سکے اور اپنی زندگی کو دوبارہ سنوار سکے۔

یہی سوچ کر وہ اپنے کرائے دار فرقان کے پاس گیا، جو چار سال سے اس کے مکان میں رہ رہا تھا۔ فرقان نے نہایت ہمدردی سے اس کی بات سنی اور کہا کہ اس کا ایک قریبی دوست، احمد شاہ، پراپرٹی کے کاروبار میں ہے اور وہ یہ مکان اچھے داموں فروخت کروا سکتا ہے۔ آصف جو فرقان پر بھروسہ کرتا تھا، فوراً راضی ہو گیا اور احمد شاہ سے ملاقات کی۔

اعتماد کا سودا

احمد شاہ نے بڑی چالاکی سے آصف کا اعتماد جیتا۔ اس نے یقین دہانی کرائی کہ وہ 25 لاکھ روپے میں اس کا مکان خرید لے گا اور تمام قانونی کارروائی مکمل ہوگی۔ معاہدہ طے پایا، اور آصف نے سکون کا سانس لیا کہ اب اس کی مشکلات ختم ہونے والی ہیں۔ مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ سودا اس کی زندگی کا سب سے بڑا دھوکہ ثابت ہوگا۔

معاہدے کے تحت احمد شاہ نے اسے کچھ چیک دیے، مگر جب آصف بینک گیا تو معلوم ہوا کہ وہ چیک باؤنس ہو چکے ہیں۔ آصف گھبرا گیا اور فوراً احمد شاہ سے رابطہ کیا، مگر وہ ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹال دیتا۔ کچھ دنوں بعد، آصف نے سنا کہ اس کا مکان کسی اور کو اسٹامپ پیپر پر فروخت کیا جا چکا ہے!

یہ خبر سن کر آصف کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ وہ بھاگتا ہوا احمد شاہ کے پاس پہنچا اور جواب طلب کیا، مگر احمد شاہ نے الٹا اسے دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ وہ کہنے لگا: "میرا بھائی پولیس میں ہے، تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو، میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا!"

کرائم بیورو سے فریاد

مایوسی کے عالم میں آصف نے کچھ دوستوں سے مدد مانگی، جن کے دباؤ پر احمد شاہ نے قسطوں میں صرف 5.4 لاکھ روپے ادا کیے۔ مگر اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔ چار سال گزر گئے، مگر بقیہ رقم ادا نہیں کی گئی۔ آصف نے پولیس میں شکایت درج کرائی، مگر وہاں بھی کوئی خاص کارروائی نہ ہوئی۔ ہر دروازہ کھٹکھٹانے کے باوجود اسے انصاف نہیں ملا۔

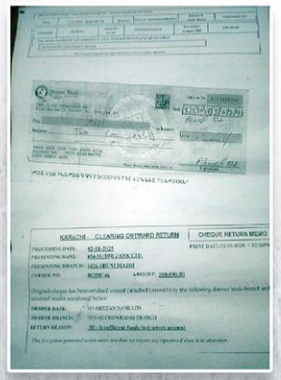
آخرکار، بے بس ہو کر آصف نے کرائم بیورو کے نمائندے سے رابطہ کیا اور اپنی داستان سنائی۔ اس نے بتایا کہ وہ کس طرح اپنی زندگی کی ساری کمائی گنوا چکا ہے اور اب کرائے کے مکان میں رہنے پر مجبور ہے۔ احمد شاہ نے اسے مسلسل دھمکیاں دینا شروع کر دی ہیں، اور پولیس بھی کوئی مدد نہیں کر رہی۔

مایوسی کے اندھیروں میں امید کی کرن

محمد آصف کرائم بیورو کے توسط سے حکومت، پولیس، اور اعلیٰ حکام سے اپیل کرتا ہے کہ احمد شاہ اور اس کے حواریوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے تاکہ وہ اپنی زندگی بھر کی کمائی واپس حاصل کر سکے۔

یہ کہانی صرف محمد آصف کی نہیں، بلکہ ان ہزاروں محنت کشوں کی ہے جو روزانہ ایسے دھوکہ بازوں کے ہاتھوں اپنی جمع پونجی لٹا بیٹھتے ہیں۔ اگر آج بھی ایسے مجرموں کے خلاف کارروائی نہ ہوئی، تو کل کوئی اور آصف لُٹ جائے گا، کوئی اور محنت کش بے گھر ہو جائے گا۔

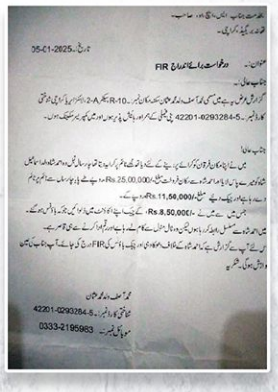
کیا ہمارا نظام ان کے لیے انصاف فراہم کر سکے گا؟ یا یہ آواز بھی یونہی دب کر رہ جائے گی؟











پاکستان میں زرعی آمدن پر ٹیکس کیوں لگایا گیا ہے

سُپر ٹیکس کا اطلاق کتنی آمدن پر ہو گا؟



پاکستان کو عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) سے ملنے والے سات ارب ڈالر کے قرض پروگرام کا پہلا ریویو مارچ 2025 میں متوقع ہے جس سے قبل وفاقی وزیر خزانہ محمد اورنگزیب نے ملک کی چاروں صوبائی اسمبلیوں کی طرف سے زرعی انکم ٹیکس کے لیے ہونے والی قانون سازی کو خوش آئند قرار دیا ہے۔ پیر کو وزارت خزانہ سے جاری کردہ بیان کے مطابق محمد اورنگزیب نے زرعی ٹیکس کے نفاذ پر خیبر پختونخوا، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کی اسمبلیوں سے 'انفرادی طور اظہار تشکر کیا' اور کہا کہ اس سے 'ملک میں ٹیکس جمع کرنے کی صلاحیت کو وسعت دینے میں مدد ملے گی۔' خیال رہے کہ سات ارب ڈالر کی ایکسٹینڈڈ فنڈ فیسلٹی کے تحت اسلام آباد کو آئی ایم ایف کی جن شرائط پر عملدرآمد کرنا ہے اُن میں زراعت کے شعبے پر ٹیکس لگانا بھی شامل ہے۔ پاکستان کے آئین کے مطابق ہر طرح کی آمدن پر ٹیکس عائد کرنا قومی اسمبلی کا اختیار ہے تاہم زرعی آمدن پر ٹیکس کے نفاذ کو آئین میں صوبائی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔

حال ہی میں چاروں صوبوں میں زرعی شعبے کو ٹیکس نیٹ میں لانے کے لیے تیزی سے پیشرفت دیکھی گئی ہے۔ سندھ اور بلوچستان کی اسمبلیوں نے گذشتہ دنوں جبکہ خیبر پختونخوا اسمبلی نے لگ بھگ 10 روز قبل زرعی آمدن پر ٹیکس کے قانون کی منظوری دی تھی۔ آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے پنجاب نے گذشتہ سال نومبر میں ہی زرعی ٹیکس کی منظوری دے دی تھی۔

پیر کو جب سندھ اسمبلی نے زرعی آمدنی پر انکم ٹیکس اور سُپر ٹیکس لگانے کی منظوری دی تو اپنے خطاب میں وزیر اعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نے کہا کہ 'ہم یہ عجلت میں نہیں کر رہے۔۔۔ اب انھوں (وفاق) نے سیدھا سیدھا کہا ہے کہ اگر آپ نے اگلے دو، چار دنوں میں (زرعی ٹیکس) منظور نہ کیا تو آئی ایم ایف کی ٹیم (قرض پروگرام پر نظرثانی کے لیے پاکستان) نہیں آئے گی اور ہم ڈیفالٹ میں چلے جائیں گے۔' انھوں نے کہا کہ 'اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ عجلت میں کیا گیا ہے، تو قانون میں ترامیم تو کسی بھی وقت آ سکتی ہیں۔' مراد علی شاہ کا دعویٰ تھا کہ 'وفاقی حکومت نے ہمیں بندگلی میں ڈال دیا تھا۔۔۔ ایف بی آر (فیڈرل بورڈ آف ریونیو) نے اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے کہا کہ یہ ایک شعبہ (زراعت) ٹیکس نہیں دیتا۔'

پاکستان میں زرعی آمدن پر کتنا ٹیکس اور 'سُپر ٹیکس' لگایا گیا ہے؟

پاکستان کے چاروں صوبوں نے زرعی آمدن پر ٹیکس عائد کرنے کے قانون منظور کر لیے ہیں اور اس کا اطلاق رواں سال سے شروع ہو جائے گا۔ مگر یہ وہ معاملہ ہے جو بڑی حد تک زرعی آمدن پر انحصار کرنے والے ملک پاکستان میں طویل عرصے سے زیرِ بحث رہا ہے۔

ایف بی آر نے زرعی آمدن کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے کہ یہ وہ آمدن ہے جو بلواسطہ یا بلاواسطہ پاکستان میں زرعی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی زمین سے حاصل ہو۔ اس میں زرعی پیداوار یعنی پھل سبزیوں کی کھیتی باڑی یا ٹھیکے پر دی گئی زرعی زمین کی آمدن وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ٹیکس امور کے ماہر ڈاکٹر اکرام الحق نے بی بی سی اردو کو بتایا کہ تقسیم ہند سے قبل برطانوی راج نے اس خطے میں زرعی ٹیکس لگانے کی منظوری دی تھی، تاہم 'زمیندار طبقے کی انگریز حکومت سے قربت کی وجہ سے' اس کا نفاذ نہیں ہو سکا تھا۔ ان کے مطابق 'جب 1944 میں بنگال میں صوبائی حکومت کے انتخابات میں کمیونسٹ پارٹی جیتی تو اس کی جانب سے پہلی بار برصغیر میں (زرعی) ٹیکس کا نفاذ کیا گیا تھا۔'

خیبر پختونخوا، سندھ اور بلوچستان کی اسمبلیوں سے منظور شدہ بلوں کے مطابق چھ لاکھ سالانہ تک زرعی آمدن پر کوئی ٹیکس لاگو نہیں ہو گا تاہم 12 لاکھ تک زرعی آمدن پر 15 فیصد ٹیکس نافذ ہو گا۔ 12 لاکھ سے 16 لاکھ روپے تک کی آمدن پر 90 ہزار فکسڈ ٹیکس اور 12 لاکھ سے اوپر کی مجموعی آمدن پر 20 فیصد ٹیکس نافذ ہو گا۔ اسی طرح 16 لاکھ سے 32 لاکھ آمدن پر ایک لاکھ 70 ہزار فکسڈ ٹیکس جبکہ 16 لاکھ سے اوپر آمدن پر 30 فیصد زرعی ٹیکس لگایا گیا ہے۔ 32 لاکھ روپے سے 56 لاکھ تک آمدن پر چھ لاکھ 50 ہزار روپے ٹیکس جبکہ 32 لاکھ سے اوپر آمدن پر 40 فیصد زرعی ٹیکس ادا کرنا ہو گا۔ 56 لاکھ روپے تک آمدن پر 16 لاکھ 10 ہزار روپے ٹیکس ہو گا اور 56 لاکھ سے زیادہ زرعی آمدن پر 45 فیصد 'سُپر ٹیکس' ادا کرنا ہو گا۔

دوسری طرف پنجاب اسمبلی سے منظور شدہ بل میں زرعی ٹیکس کی تفصیلات نہیں دی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اس کا تعین پنجاب کی کابینہ کرے گی۔ تاہم اس میں زرعی ٹیکس نہ دینے پر جرمانے کی رقم کی تفصیلات موجود ہیں جس میں ٹیکس نہ دینے والوں کو 10 ہزار روپے سے 50 ہزار روپے تک جرمانہ عائد ہو گا۔ تفصیلات کے مطابق 12 لاکھ روپے سے کم آمدن کا ٹیکس ادا نہ کرنے پر 10 ہزار روپے جرمانہ ہو گا۔ چار کروڑ روپے تک کی زرعی آمدن پر ٹیکس نہ دینے والوں کو 20 ہزار روپے جرمانہ ہو گا، 40 ملین روپے سے زائد آمدن والے ٹیکس نادہندگان کو 50 ہزار روپے جرمانہ ہو گا۔ ڈاکٹر اکرام الحق نے اس سلسلے میں بتایا کہ دیگر صوبوں اور پنجاب میں یہ فرق ہے کہ پنجاب میں ہر سال صوبائی حکومت فیصلہ کرے گی اور ٹیکس ریٹ کا تعین کرے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ تینوں صوبوں میں لائیو سٹاک سے ہونے والی آمدن پر ٹیکس پر فرق نظر آیا ہے۔ 'پنجاب نے اس شعبے سے ہونے والی آمدنی کو بھی زرعی شعبے کی آمدنی میں شمار کیا ہے اور اس پر ٹیکس کا نفاذ ہو گا تاہم خیبر پختونخوا اور سندھ میں لائیو سٹاک شعبے کی آمدنی کو زرعی ٹیکس کے تحت نہیں لایا گیا۔'

ڈاکٹر اکرام کا کہنا ہے کہ 'اگر زرعی ٹیکس کو دیکھا جائے تو صوبوں کی جانب سے زرعی ٹیکس کے سلسلے میں وہی طریقہ کار اپنایا گیا ہے جو وفاقی حکومت نے پرسنل انکم ٹیکس یا کارپوریٹ ٹیکس میں اپنایا ہے۔ پرسنل انکم ٹیکس میں چھ لاکھ تک سالانہ آمدنی پر ٹیکس چھوٹ ہے تو زرعی ٹیکس میں بھی یہ چھوٹ دی گئی ہے۔' اُن کا مزید کہنا ہے کہ 'اسی طرح کارپوریٹ ٹیکس میں زیادہ انکم پر سُپر ٹیکس لگتا ہے تو اسے یہاں پر بھی لاگو کیا گیا ہے۔

سندھ پولیس کی تنخواہیں پنجاب پولیس کے برابر کب کی جارہی ہیں؟



رپورٹ: عبدالغفور سروہی

پاکستان میں پولیس فورس کا کام صرف قانون کی پاسداری کرنا اور امن قائم رکھنا نہیں بلکہ اس کی ذمہ داریوں کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس کے اہلکاروں کی زندگی روزانہ کی بنیاد پر خطرات میں ڈوبی ہوتی ہے۔ سندھ پولیس کو خاص طور پر بڑے شہروں میں متعدد چیلنجز کا سامنا ہے جہاں نہ صرف جرائم کی شرح زیادہ ہے بلکہ دہشت گردی اور دیگر معاشرتی مسائل بھی سنگین ہیں۔ ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سندھ پولیس کے اہلکاروں کو پنجاب پولیس کے مقابلے میں کم تنخواہیں کیوں مل رہی ہیں؟ اور یہ فرق کب ختم کیا جائے گا؟

سندھ پولیس کی موجودہ حالت: ایک سنگین صورت حال

سندھ پولیس کا سب سے بڑا مسئلہ ان کی مالی حالت ہے۔ سندھ کے اہلکاروں کو پنجاب کے مقابلے میں کم تنخواہیں دی جاتی ہیں، جس کا اثر نہ صرف ان کے روزمرہ کی زندگی پر پڑتا ہے بلکہ ان کے کام کے معیار پر بھی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سندھ پولیس کے اہلکار اپنے کام کو مکمل ایمانداری اور جذبے سے ادا کرتے ہیں، لیکن مالی وسائل کی کمی اور جدید آلات کی عدم دستیابی انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشکلات کا سامنا کراتی ہے۔ اس کے علاوہ، پنجاب میں پولیس اہلکاروں کو بہتر تربیت، جدید ٹیکنالوجی، اور اعلیٰ مراعات دی جاتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کی کارکردگی بھی زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ کیا یہ فرق صرف ایک مالی تفاوت ہے یا یہ ایک ایسا بحران ہے جو پولیس کی کارکردگی اور عوامی تحفظ کو متاثر کر رہا ہے؟

تنخواہوں میں فرق: کیا یہ فرق جواز رکھتا ہے؟

جب ہم سندھ پولیس کے اہلکاروں کی تنخواہوں اور پنجاب پولیس کے اہلکاروں کی تنخواہوں میں فرق دیکھتے ہیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس فرق کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ پولیس کی محنت اور قربانیوں کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔ سندھ پولیس کے اہلکار بھی اتنی ہی محنت کرتے ہیں جتنی پنجاب پولیس کے اہلکار کرتے ہیں، بلکہ کچھ علاقوں میں تو وہ زیادہ خطرات کا سامنا کرتے ہیں۔ کیا حکومت نے کبھی یہ سوچا ہے کہ جب پولیس اہلکار کے پاس بہترین وسائل نہیں ہوتے، اس کی تربیت میں کمی ہوتی ہے، اور وہ مالی طور پر کمزور ہوتا ہے، تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو کیسے بہتر طور پر انجام دے سکتا ہے؟

مالی فرق کا اثر: سندھ پولیس کی کارکردگی پر اس کے اثرات

کم تنخواہوں اور وسائل کی کمی کا اثر صرف پولیس اہلکاروں کی ذاتی زندگی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ اس کا اثر ان کی کارکردگی پر بھی پڑتا ہے۔ جب پولیس اہلکار اپنی مالی حالت کے بارے میں فکر مند ہوتے ہیں، تو ان کی توجہ اپنے فرائض کی ادائیگی پر کمزور ہو جاتی ہے۔ سندھ پولیس کے اہلکاروں کو جدید ٹیکنالوجی اور جدید تربیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ جرائم پیشہ عناصر کے ساتھ مؤثر طریقے سے نمٹ سکیں۔ پنجاب پولیس کی اعلیٰ تنخواہوں اور جدید سہولتوں کے باعث ان کی کارکردگی میں اضافہ ہوا ہے، مگر سندھ پولیس میں اس کمی کے باعث چیلنجز اور مسائل بڑھ رہے ہیں۔

حکومت سے جائز مطالبہ: سندھ پولیس کی حالت بہتر بنانے کی ضرورت

یہ وقت آچکا ہے کہ حکومت سندھ پولیس کی حالت بہتر بنانے کے لیے سنجیدہ اقدامات کرے۔ پولیس اہلکاروں کی تنخواہیں پنجاب پولیس کے برابر کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں جدید ٹیکنالوجی، آلات، اور تربیت بھی فراہم کی جانی چاہیے۔ سندھ پولیس کے اہلکاروں کو اپنی محنت کا مناسب بدلہ ملنا چاہیے تاکہ وہ اپنے فرائض کو مکمل جذبے اور ایمانداری سے ادا کر سکیں۔ ان کے لئے ایک ایسا ماحول فراہم کرنا ضروری ہے جہاں وہ نہ صرف مالی طور پر مستحکم ہوں بلکہ انہیں بہتر کام کرنے کی سہولت بھی فراہم ہو۔

اس معاملے کی اہمیت: عوامی امن اور پولیس کی محنت کا اعتراف

ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ پولیس فورس کا کام صرف اپنے فرائض کی ادائیگی نہیں بلکہ عوام کی حفاظت بھی ہے۔ سندھ پولیس کے اہلکار جب اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر عوام کی خدمت کرتے ہیں، تو ہمیں ان کی محنت اور قربانیوں کا اعتراف کرنا چاہیے۔ تو اس سے نہ صرف پولیس کی کارکردگی میں بہتری آئے گی بلکہ عوامی امن میں بھی اضافہ ہوگا۔

حاصل مقصد: سندھ پولیس کی بہتری کے لئے فوری اقدامات کی ضرورت

سندھ پولیس کی تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ ایک جائز اور ضروری قدم ہے۔ حکومت کو یہ سمجھنا ہوگا کہ پولیس فورس کی محنت کو تسلیم کرنا اور ان کی حالت میں بہتری لانا صرف ان کے حق میں نہیں بلکہ پورے معاشرے کے فائدے میں ہے۔ جب تک سندھ پولیس کے اہلکاروں کو مناسب وسائل اور مراعات نہیں ملیں گی، ان کی کارکردگی اور عوامی تحفظ کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکیں گے۔ حکومت کو فوری طور پر اقدامات اٹھاتے ہوئے سندھ پولیس کی حالت کو بہتر بنانا ہوگا تاکہ یہ فورس نہ صرف اپنے فرائض کو بہتر طریقے سے انجام دے سکے بلکہ عوام کیلئے محفوظ اور پرامن ماحول فراہم کر سکے۔

ساراں سموں قتل کیس: انصاف کی تلاش اور عدالتی احکامات کی پامالی

رپورٹ: شہمیر قریشی



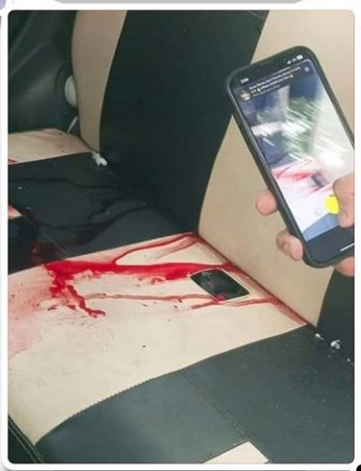
پاکستان میں عدل و انصاف کا نظام ہمیشہ سے عوامی اعتماد کے بحران کا شکار رہا ہے۔ خاص طور پر جب بات پولیس کے رویے اور اختیارات کے غلط استعمال کی ہو، تو یہ مسئلہ مزید سنگین شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ایسا ہی ایک افسوسناک واقعہ 4 جنوری 2024 کو پیش آیا، جب کراچی کے اسٹیل ملز ٹاؤن پولیس نے ڈاکوؤں کو پکڑنے کے بہانے کیٹی بندر کے رہائشیوں پر اندھا دھند فائرنگ کی۔ یہ خاندان ایک پرائیویٹ اسپتال سے علاج کے بعد اپنے گاؤں واپس جا رہا تھا، لیکن پولیس کی فائرنگ نے ان کی زندگیوں کو تباہ کر دیا۔ اس واقعے میں کیٹی بندر کی رہائشی خاتون ساراں سموں موقع پر شہید ہو گئیں، جبکہ ان کے ساتھ موجود غنوا سموں شدید زخمی ہوئیں۔

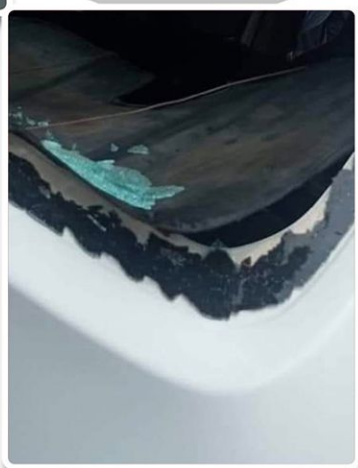
پولیس کی بے حسی اور عوامی احتجاج

ساراں سموں کی شہادت کے بعد ان کے ورثاء نے انصاف کے لیے مختلف فورمز پر احتجاج کیا۔ کئی پریس کلبوں کے باہر مظاہرے کیے گئے، سڑکوں پر نکلا گیا، لیکن پولیس نے مظلوم خاندان کی آواز کو سننے کے بجائے اپنی بے حسی برقرار رکھی۔ اس واقعے میں ملوث پولیس اہلکار، بشمول ایس ایچ او رشید پٹھان، کے خلاف ایف آئی آر درج نہیں کی گئی۔

عدالتی حکم اور پولیس کا رویہ

ورثاء نے قانونی راستہ اختیار کرتے ہوئے سندھ ہائی کورٹ میں پٹیشن دائر کی۔ عدالت نے پولیس کو حکم دیا کہ قتل میں ملوث تمام اہلکاروں کے خلاف ایف آئی آر درج کی جائے۔ 15 جنوری 2025 کو عدالت نے مزید ہدایات دیں کہ ایف آئی آر کی نقل عدالت میں جمع کرائی جائے۔ لیکن سندھ پولیس، اپنی روایتی لاپرواہی اور سیاسی اثر و رسوخ کے تحت، عدالتی احکامات پر عمل درآمد کرنے میں ناکام رہی۔ اسٹیل ملز ٹاؤن پولیس نے نہ صرف عدالت کے حکم کو نظرانداز کیا بلکہ متاثرہ خاندان کو مسلسل تھانے کے چکر لگانے پر مجبور کیا۔





متاثرہ خاندان کی مشکلات

ساراں سموں کے بیٹے صدام سموں اور بھائی یعقوب سموں کا کہنا ہے کہ پولیس حکام عدالتی احکامات کو جان بوجھ کر نظرانداز کر رہے ہیں۔ انہیں روزانہ کیٹی بندر سے اسٹیل ملز ٹاؤن بلایا جاتا ہے، لیکن انصاف کے بجائے محض جھوٹی تسلیاں دی جاتی ہیں۔

ورثاء کا عزم

متاثرہ خاندان نے اعلان کیا ہے کہ اگر انہیں انصاف نہ ملا تو وہ سپریم کورٹ تک جائیں گے اور سندھ پولیس کے ظلم و زیادتی کو عالمی سطح پر بے نقاب کریں گے۔ ان کا یہ عزم اس بات کا مظہر ہے کہ وہ انصاف کی جنگ لڑنے کے لیے پرعزم ہیں، چاہے انہیں کسی بھی حد تک جانا پڑے۔

نتائج اور سفارشات

یہ کیس سندھ میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ناکامی اور عدلیہ کے احکامات کی پامالی کی ایک واضح مثال ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عوامی احتجاج اور عدالتی حکم کے باوجود اگر پولیس اپنی من مانیوں سے باز نہ آئے تو عوام کے پاس انصاف کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہیں رہتا۔

اس کیس میں انصاف کی فراہمی کے لیے ضروری ہے کہ:

1. عدالت توہین عدالت کی کارروائی عمل میں لائے اور پولیس حکام کو جوابدہ ٹھہرایا جائے۔
2. ملوث پولیس اہلکاروں کے خلاف فوری طور پر ایف آئی آر درج کی جائے اور متاثرہ خاندان کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے۔
3. سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کے ادارے اس معاملے کو اجاگر کریں تاکہ عوام کے اندر نظام انصاف پر اعتماد بحال ہو۔

یہ کیس نہ صرف ایک خاندان کے دکھ اور جدوجہد کی داستان ہے بلکہ پاکستان میں عدل و انصاف کی موجودہ صورتحال پر ایک بڑا سوالیہ نشان بھی ہے۔ انصاف کی فراہمی نہ صرف ساراں سموں کے خاندان کے لیے ضروری ہے بلکہ یہ ریاست کی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اپنے عوام کے تحفظ کو یقینی بنائے اور ان کے بنیادی حقوق کا دفاع کرے۔







انٹر جنریشنل ٹراما آخر ہے کیا اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟

پاکستان میں تیزی سے بڑھتے ذہنی عوارض کی ایک بڑی وجہ ''انٹر جنریشنل ٹراما'' یا نسلوں میں منتقل ہونے والے صدمات ہیں۔ ماہرین کے مطابق ان صدمات سے خاندانی تعلقات میں پیدا ہونے والے بگاڑ کا بہترین علاج فیملی تھراپی ہے۔ پاکستان سمیت بہت سے مشرقی معاشروں میں مشترکہ خاندانی نظام کو نہ صرف روایات کا حصہ سمجھا جاتا ہے بلکہ اس پر فخر بھی کیا جاتا ہے۔ تاہم اس نظام کی خوبیوں اور خامیوں سے قطع نظر اس کا ایک نمایاں نفسیاتی پہلو بھی ہے اور وہ کسی بھی طرح کے صدمے کے اثرات کا اگلی نسلوں کو منتقل ہونا ہے۔ ماہرین کے مطابق پاکستان میں اس طرح کے صدمات پہلی نسل سے دوسری، تیسری بلکہ چوتھی نسل تک کو بھی منتقل ہو رہے ہیں، جس کے سبب خاندانوں میں اندرونی تعلقات شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ وفاقی وزارت صحت کی جانب سے ستمبر 2024 میں قومی اسمبلی میں پیش کی گئی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں آٹھ کروڑ افراد نفسیاتی مسائل کا شکار ہیں۔ عین ممکن ہے کہ یہ تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو کیونکہ پاکستانی معاشرے میں نفسیاتی مسائل کو پاگل پن سمجھ کر چھپایا جاتا ہے۔

پاکستان سمیت بہت سے مشرقی معاشروں میں مشترکہ خاندانی نظام کو روایات کا حصہ سمجھا جاتا ہے پاکستان سمیت بہت سے مشرقی معاشروں میں مشترکہ خاندانی نظام کو روایات کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں تیزی سے بڑھتے ذہنی عوارض کی ایک بڑی وجہ ''انٹر جنریشنل ٹراما'' یا نسلی صدمہ ہے۔ ڈی ڈبلیو نے اس حوالے سے جاننے کے لیے ماہرین نفسیات سے بات کی ہے۔

نسلی صدمہ کیا ہے؟

امریکن سائیکالوجیکل ایسوسی ایشن کے مطابق بچپن میں چوٹ، جنسی ہراسانی یا ذاتی حملے، حادثے، غربت اور دیگر بیرونی عوامل کی وجہ سے دماغ کو پہنچنے والے کسی نقصان کے اثرات اگلی نسل میں صدمے کی صورت میں منتقل ہوتے ہیں جسے ''انٹر جنریشنل ٹراما'' یا نسلی صدمہ کہا جاتا ہے۔ یہ اثرات اپی جینیٹک (موروثی) ہوتے ہیں یعنی صدمہ اگلی نسل میں جین کے بجائے جین مارکرز کو متاثر کرتا ہے۔ ایک نسل کے افراد اگر کسی صدمے سے گزرے ہوں تو اس کے اثرات جینیاتی موافقت کے ذریعے دوسری نسل کو منتقل ہو سکتے ہیں۔ صدمے کا ردعمل حالات کے مطابق مختلف ہوتا ہے مگر زیادہ تر افراد میں شرم، ہچکچاہٹ، ڈپریشن، انگزائٹی، خود اعتمادی کی کمی، بے بسی، خودکشی کا رجحان، منشیات کا استعمال اور قریبی رشتوں کو نبھانے میں مسائل کی علامات نوٹ کی گئی ہیں۔

نسلی صدمے کا خاندانی تعلقات سے کیا رشتہ ہے؟

ڈاکٹر عائشہ عمران ایک کلینیکل سائیکالوجسٹ ہیں اور زیادہ تر فیملی تھراپی کے کیسز لیتی ہیں۔ انہوں نے ڈوئچے ویلے کو بتایا کہ نسلی صدمہ کسی بڑے مسئلے کا باعث اس وقت بنتا ہے، جب بچپن یا عمر کے کسی حصے میں پیش آنے والے تکلیف دہ تجربات کو حل کرنے کے بجائے چھپانے اور دبانے کے نامناسب طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں، نسلی صدمہ دماغ کو پہنچنے والے ایک زخم کی طرح ہے۔ اگر آپ کا پاؤں زخمی ہوا ہے تو لازمی آپ کو اس کی مرہم پٹی اور مناسب علاج کرانا ہے۔ لیکن اگر آپ زخم کو چھپائیں گے تو وہ بگڑ کر خطرناک ہو جائے گا۔'' ڈاکٹر عائشہ بتاتی ہیں کہ بچہ جب گھر میں ماں باپ کے جھگڑے، مار پیٹ وغیرہ دیکھتا ہے تو یہ تکلیف دہ واقعات اس کے دماغ میں نقش ہو جاتے ہیں، چونکہ بچے عموماً والدین سے سیکھتے ہیں لہذا ایسے بچے بڑے ہو کر شادی کے بعد بیوی اور بچوں کے ساتھ تعلقات میں مسائل کا شکار رہتے ہیں۔'' ماہرین نفسیات کے مطابق جب بچپن یا عمر کے کسی حصے میں پیش آنے والے تکلیف دہ تجربات کو حل کرنے کے بجائے چھپانے اور دبانے کی کوشش کی جائے تو وہ ایک نفسیاتی بیماری کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ماہرین نفسیات کے مطابق جب بچپن یا عمر کے کسی حصے میں پیش آنے والے تکلیف دہ تجربات کو حل کرنے کے بجائے چھپانے اور دبانے کی کوشش کی جائے تو وہ ایک نفسیاتی بیماری کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ڈاکٹر عائشہ کے مطابق پاکستان میں مشترکہ خاندانی نظام والے گھروں میں روایات و آدرش کئی نسلوں سے چل رہے ہیں۔ ایسے گھروں میں نسلی صدمے کا ایک اور تصور بھی عام ہے۔ یعنی اگر ساس اپنی جوانی میں مشکل اور تکلیف دہ حالات سے گزری ہو تو وہ اپنی بہو کے ساتھ بھی اسی طرح پیش آتی ہے۔ اس بارے میں وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر عائشہ کا کہنا ہے، مسئلے کو جڑ سے سمجھے بغیر کئی نسلوں سے خاندانی تعلقات اسی طرز پر چل رہے ہیں۔

نسلی صدمہ باہمی تعلقات کو کیسے متاثر کرتا ہے؟

پلوشہ خان ملتان (تبدیل شدہ نام اور شہر) میں میڈیکل فائنل ایئر کی طالبہ ہیں اور 20 افراد کے مشترکہ خاندان میں رہتی ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ گھر کے مسائل کے باعث وہ گذشتہ دو سال سے شدید ڈپریشن اور انگزائٹی کا شکار ہیں اور گھر والوں کو بتائے بغیر ماہر نفسیات سے کنسلٹ کر رہی ہیں۔ پلوشہ کے مطابق ان کے گھر کا ماحول قدامت پسندانہ ہے اگر وہ اپنی والدہ یا بڑی بہن کو اپنے مسائل کے متعلق بتانا چاہیں تو انہیں یہ کہہ کر چپ کروا دیا جاتا ہے، تم انوکھی نہیں ہو سب کو سہنا پڑتا ہے۔'' ان کا مزید کہنا تھا۔ یعنی اگر میری والدہ یا بڑی بہن تکلیف دہ حالات سے گزری تھیں، کسی قسم کا جبر یا ہراسانی کا سامنا کیا تھا تو مجھے بھی خاموشی کے ساتھ سب برداشت کرنا ہوگا۔'' پلوشہ بتاتی ہیں کہ وہ خود میڈیکل کی طالبہ ہیں اور نسلی صدمے کی ایک سے دوسرے نسل میں منتقلی کی باریکیوں سے واقف ہیں مگر اپنی والدہ، بہن یا گھر کی دوسری خواتین کو سمجھانا بہت مشکل ہے۔ وہ اس نسلی بوجھ کو اپنا مقدر سمجھ کر سمجھوتہ کر چکی ہیں۔ ڈاکٹر عائشہ عمران کہتی ہیں کہ جس گھر کے بڑوں میں نسلی صدمے کے اثرات ہوں وہاں گھر کے تمام افراد اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ گھر کے ماحول میں تناؤ کی بڑی وجہ والدین کا الجھا ہوا رویہ ہوتا ہے۔ ان کی بچوں سے جذباتی وابستگی محدود ہوتی ہے، یوں باہمی فاصلے گھر کے افراد کو گھلنے ملنے نہیں دیتے۔ ان کا مزید کہنا تھا، کچھ والدین بچوں کے معاملے میں حد سے زیادہ حساس ہوتے ہیں، جو بچپن میں ان کے اپنے تکلیف دہ تجربات کا عکس ہوتا ہے۔ لیکن بلا وجہ کی روک ٹوک سے بچوں کی نفسیات پر بہت منفی اثر پڑتا ہے۔ وہ بڑے ہو کر نشے کی لت اور نفسیاتی عوارض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

آگاہی ہی واحد حل

اس حوالے سے معروف نیوروسائنٹسٹ ڈاکٹر علی جاوید کہتے ہیں کہ آج کل نوجوانوں میں منشیات کا استعمال اسی لیے بڑھ گیا ہے کیونکہ فرسودہ گھریلو ماحول میں ذہنی امراض کا علاج کرانے کے بجائے انھیں جرم کی طرح چھپایا جاتا ہے حالانکہ زیادہ تر نفسیاتی مسائل اپی جینیٹک یا موروثی ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر علی کے مطابق، عوام خصوصاً جنریشن زی میں اس حوالے سے شعور و آگاہی پھیلانے کی اشد ضرورت ہے، جس میں میڈیا اور تعلیمی ادارے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔'' ان کا مزید کہنا تھا، ہمارے ہاں کئی نسلوں سے ایک جیسے منفی رویے چل رہے ہیں، جو خاندانوں کو بکھیر رہے ہیں تو لوگوں کو یہ سمجھانا ضروری ہے کہ ان کا سوچنے کا طریقہ غلط ہے۔ انھیں اگر فیملی تھراپی یا ماہرین نفسیات سے رجوع کرنے پر قائل کر لیا جائے تو نسلی صدمے کے اثرات کو کم کر کے اگلی نسل میں رابطوں اور تعلقات کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔



سندھ کی مچھلی اور جھینگے پاکستان کی پہچان بنائیں گے، محمد علی ملکانی

سندھ میں فشریز کے شعبے کو جدید بنانے کی کوششیں

محمد علی ملکانی کی نجی شعبے کے ساتھ شراکت داری پر زور



رپورٹ: شہمیر قریشی

سندھ حکومت نے صوبے کے فشریز اور جھینگا فارمنگ کے شعبے کو عالمی معیار پر لانے کے لیے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (PPP) کو فروغ دینے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ صوبائی وزیر برائے لائیوسٹاک و فشریز محمد علی ملکانی نے گھارو اور ٹھٹہ کے قریب واقع فش اور جھینگا ہیچریز کے دورے کے دوران کہا کہ سندھ کی زمینیں اور ساحلی پٹی فشریز کے لیے بے پناہ صلاحیت رکھتی ہیں۔ نجی سرمایہ کار اس شعبے میں آگے آئیں، ہم ہر سطح پر تعاون کریں گے۔

جھینگا فارمنگ: عالمی مارکیٹ تک رسائی کا موقع

وزیر نے بتایا کہ گزشتہ سال جھینگا فارمنگ کی عالمی مارکیٹ کا حجم 42 ارب ڈالر تک پہنچ گیا، جبکہ سندھ میں سرکاری ہیچریز کی موجودگی کے باوجود سیڈ (بیج) کی کمی ایک بڑا چیلنج ہے۔ انہوں نے الکرم جھینگا فارم (دھابجی) کے دورے کے دوران کہا کہ ”مقامی سطح پر سیڈ کی دستیابی محدود ہے، جس کی وجہ سے سری لنکا اور تھائی لینڈ سے درآمد کرنا پڑتا ہے۔ اس عمل میں 15-20 فیصد سیڈ ضائع ہو جاتا ہے۔ فارم کے مینیجر سعد یوسف نے بتایا کہ وینامائی جھینگے کی مانگ میں اضافے کے پیشِ نظر اس کی کاشت کو ترجیح دی جا رہی ہے۔

راواہ فارمز: مقامی ٹریننگ اور پنجاب تک اثرات

کوسٹل ہائی وے کے قریب واقع راواہ فارمز کے دورے کے دوران ماہر جھینگا کلچر راحیل احمد نے بتایا کہ 100 ایکڑ پر محیط اس فارم میں عام عوام کو مفت ٹریننگ دی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ ہیچری ہاکس بے کو لیز پر لے کر کامیابی کے بعد پنجاب حکومت نے مظفر گڑھ میں بھی جھینگا فارمنگ شروع کر دی ہے۔

ڈچ اور ہنگری کے ساتھ بین الاقوامی تعاون

گھارو کے قریب ایکوا ہیچ انٹرنیشنل فارم کے دورے پر فیصل افتخار نے بتایا کہ یہ منصوبہ پاکستان، ہنگری کی شراکت اور ڈچ کلائمیٹ اینڈ ڈویلپمنٹ فنڈ کی مالی معاونت سے چل رہا ہے۔ انہوں نے سندھ حکومت کے ساتھ مشترکہ کام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ وزیر نے اس موقع پر پانی میں نمکیات کی مقدار اور فی ایکڑ پیداوار جیسے تکنیکی پہلوؤں پر سوالات کیے اور نجی شعبے کو PPP کے تحت جدید ٹیکنالوجی فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔

سرکاری اہلکاروں کی بریفنگ اور تجاویز

اس موقع پر سیکریٹری فشریز ڈاکٹر کاظم حسین جتوئی، ڈی جی ان لینڈ فشریز ڈاکٹر ذوالفقار علی لاڑک، اور دیگر افسران نے بتایا کہ سندھ میں 8,000 سے زائد چھوٹی و بڑی فشریز موجود ہیں، جنہیں جدید خطوط پر استوار کرنے سے برآمدات میں اضافہ ہوگا۔

نجی شعبے کی پیشکش اور حکومتی ردعمل

لاڑا ایگرو انڈسٹری کے نمائندوں نے وزیر کو بتایا کہ وہ پاک گھارو ایگری اینڈ لائیوسٹاک فارم میں جدید آلات کے ذریعے پیداوار بڑھانے کے لیے تیار ہیں۔ وزیر نے ان کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے کہا: ہم نجی کمپنیوں کو ٹیکس چھوٹ سمیت مراعات دیں گے، بشرطیکہ وہ صوبے کی معیشت کو مضبوط بنانے میں حصہ لیں۔

آئندہ کی راہ: چیلنجز اور مواقع

اگرچہ جھینگا فارمنگ میں سندھ کو بین الاقوامی مارکیٹ تک رسائی حاصل ہے، لیکن سیڈ کی درآمدی لاگت اور ٹیکنالوجی کی کمی جیسے مسائل حل طلب ہیں۔ وزیر نے زور دیا کہ مقامی سطح پر سیڈ کی پیداوار بڑھانے اور نجی شعبے کی شمولیت سے ہی یہ شعبہ ترقی کر سکتا ہے۔

سندھ حکومت کا فشریز کے شعبے کو PPP کے ذریعے تبدیل کرنے کا ویژن واضح ہے۔ تاہم، اس کے لیے نجی سرمایہ کاروں کی بھرپور شرکت، جدید تحقیق، اور عوامی ٹریننگ پروگرامز کو فروغ دینا ہوگا۔

وزیر محمد علی ملکانی کا کہنا تھا: یہ صرف معیشت نہیں، روزگار کے نئے دروازے کھولنے کا موقع ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ سندھ کی مچھلی اور جھینگے دنیا بھر میں پہچان بن جائیں۔





کربلا و پاڑہ چنار

از قلم: سید قلب عباس (چنیوٹ)

قارئین کرام ! بندہ ناچیز عرصہ دراز سے اس کوشش میں ہے کہ انسان کو بیدار کیا جائے کہ ظلم نہ ایک گناہ کبیرہ ہے بلکہ انسان جس کو خدائے کریم نے اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا، اس کے چہرے پر ایک بدنما دھبہ ہے، وہ کسی صورت میں ہی کیوں نہ ہو چاہے وہ ظلم زبان سے کرے ہاتھ سے کرے قلم سے کرے یا ہتھیار سے کرے ظلم و تکبر کی آخیر ذلت و رسوائی ہے اس جہان میں اور آخرت یعنی موت کے بعد ہمیشہ کا عذاب ہے۔

اگر موجودہ حالات پر غور و فکر کریں تو کربلا کو سمجھنا آسان ہوگا کیونکہ یہ وقت اس وقت کی عکاسی کرتا دکھائی دیتا ہے، نہ عدالتوں میں انصاف نہ قانون کا احترام نہ حیا ہے۔

اب موجودہ حالات اس جملے کی مکمل تفسیر ہیں کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس

جب امام مظلوم کربلا نے قیام کیا تو حالات اس سے بدترین تھے، بدھ کو جمعہ پڑھا دیا گیا کسی میں اتنی جرات نہ ہوئی اس وقت کے ظلم و جابر حکمران کے سامنے حق گوئی کر سکے درہم و دینار کے لالچ اور ظالم حکمران کے خوف سے سب انسان سر ناگوں تھے، سوائے خاندان بنو ھاشم کے اپنے مال و جان کی پرواکئے بغیر حق کو حق اور باطل کو باطل کہا۔

آج اگر دنیا میں کہیں صداقت و دیانت نظر آتی ہے تو خاندانِ نبوت کی سیرت کی پیروی کرنے والوں میں ہی آئے گی۔

موجودہ حکومت کا قیام حکومت شام جیسا ہی ہے مظلوم ظلم کی چکی میں پس رہا ہے اور چاپلوس شاہی خزانوں کے مزے لے رہیں ہیں حکومت کو عوام کی نہیں بلکہ اپنے اقتدار اور اپنے حواریوں کی فکر ہے۔





ظلم کی انتہا یہ ہے کہ کئی روز سے خاندان نبوت سے محبت کرنے والے پاڑہ چنار کے محب وطن لوگ کئی دنوں سے بھوکے پیاسے مُلک دشمن دہشتگروں کے محاصرے میں ہیں۔

گزشتہ دنوں کچھ درد دل رکھنے والے لوگوں کی کوشش سے اپنی مدد آپ کے تحت آٹے کا ٹرک بھجوایا، مگر اپنے آباو اجداد کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے لُٹیروں نے مسجد کے سامنے سارے کا سارا ٹرک لوٹ لیا اور حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔

اور دوسرا ظلم دن دہاڑے پاڑہ چنار کے رہنے والے مسافروں کی گاڑی روک کر عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو سرِ عام گولی ماردی گئی کسی نے اُف تک نہیں کی، بلکہ ظلم کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو گرفتار کرلیا گیا۔

پاڑہ چنار کے شہریوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے، اختیار بالا اپنی کرسی کے مزے لے رہے ہیں۔ آخر میں اُمت محمد یہ کا درد رکھنے والے حضرات سے اپیل ہے کہ اس ظلم کے خلاف نہ صرف اپنی آواز بلند کریں بلکہ اپنی افرادی طاقت اور مالی طاقت کو اس ظلم کے خلاف استعمال کریں اور پاڑہ چنار کے لوگوں کا ساتھ دیں خداوند متعال سے دعا ہے کہ ہمیں حق کے ساتھ کھڑے ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)



بشارالاسد اور انکے خاندان کا اب کیا مستقبل ہے؟





بشار الاسد کی حکومت کا تختہ جب اتوار کو الٹا گیا تو اس سے نہ صرف ان کا شام پر اقتدار کے 24 سالہ دور کا خاتمہ ہوا بلکہ ان کے خاندان کی اس ملک پر نصف صدی سے زائد حکمرانی بھی اختتام کو پہنچی۔ سنہ 2000 میں مسند اقتدار پر براجمان ہونے سے قبل ان کے والد شام کے تین دہائیوں سے صدر تھے۔ اب جب شام میں اسلامی گروپ ہیئت تحریر الشام حکومت سازی کے کام کو آگے بڑھا رہا ہے تو ایسے میں شام کے معزول ہونے والے صدر، ان کی اہلیہ اور ان کے تین بچوں کے مستقبل کے بارے میں بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اب شام کا سابق حکمران خاندان اس وقت روس میں پناہ لیے ہوئے ہے اور ایسے میں یہ سوال جنم لیتا ہے کہ آگے ان کا کیا ہوگا؟

بشارالاسد نے اقتدار سے بے دخلی کے بعد روس کا انتخاب کیوں کیا؟

اس سوال کا ایک سادہ سا جواب تو یہی ہے کہ سنہ 2011 میں شروع ہونے والی خانہ جنگی کے دنوں میں روس بشارالاسد کا اہم اتحادی بن کر سامنے آیا تھا اور کریملن کے مشرق وسطی کے اس ملک میں دو فوجی اڈے بھی ہیں۔ سنہ 2015 میں روس نے بشارالاسد کی حمایت میں فضائی حملے شروع کیے جس سے ملک میں جاری جنگ کا حتمی نتیجہ بشارالاسد کے حق میں نکلا اور ان کے خلاف برسرپیکار گروپوں کو پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ برطانیہ میں قائم گروپ کے مطابق روس کی طرف سے کی جانے والی کارروائیوں میں نو برس میں 21,000 سے زائد افراد ہلاک ہوئے جن میں 8,700 عام شہری بھی شامل تھے۔ تاہم روس کی توجہ یوکرین میں بٹی ہونے کی وجہ سے روس یا تو اب بشارالاسد سے تعاون کرنے پر آمادہ نہ تھا یا پھر وہ اس قابل ہی نہیں تھا کہ نومبر کے آخر میں وہ بشارالاسد کے خلاف باغیوں کے حملوں کو روک پاتا۔ جب باغی فورسز نے دمشق کا انتظام سنبھال لیا تو اس کے چند گھنٹوں کے بعد روس کے سرکاری میڈیا نے یہ خبر دی کہ بشارالاسد اپنے خاندان سمیت روس آ گئے ہیں اور انھیں انسانی بنیادوں پر پناہ دی جائے گی۔ مگر جب کریملن کے ترجمان دمیتری پاسکوف سے بشارالاسد کو پناہ دینے کے فیصلے اور یہ کہ وہ کہاں قیام کیے ہوئے ہیں کے متعلق صحافیوں نے سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ 'میرے پاس ابھی اس کے متعلق آپ کو بتانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ یقیناً پناہ سے متعلق فیصلہ ریاست کے سربراہ کی اجازت کے بغیر نہیں لیا جا سکتا۔ یہ ان کا فیصلہ ہے۔ بشارالاسد کے روس اور خاص طور پر ماسکو سے گہرے روابط کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ سنہ 2019 میں فنانشل ٹائمز کی تحقیقات میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ شام میں خانہ جنگی کے دوران ملک سے دسیوں لاکھوں ڈالر باہر لے جانے کی غرض سے بشارالاسد کے خاندان نے روس کے دارالحکومت ماسکو میں 18 انتہائی پرتعیش اپارٹمنٹس خریدے ہیں۔ گذشتہ ہفتے روس کے ایک مقامی اخبار کی خبر کے مطابق بشارالاسد کے 22 برس کے بڑے بیٹے حافظ الاسد ماسکو سے اس وقت پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ اختتام ہفتہ پر دمشق میں افراتفری کے دوران روس کے سرکاری ٹی وی چینل نے یہ خبر دی کہ ماسکو حکام اس وقت شام میں مسلح اپوزیشن سے ملک میں موجود دو روسی فوجی اڈوں اور سفارتی عملے کی حفاظت کو یقینی بنانے سے متعلق رابطے میں ہیں۔

بشارالاسد کی اہلیہ اور بچوں کا تعارف:

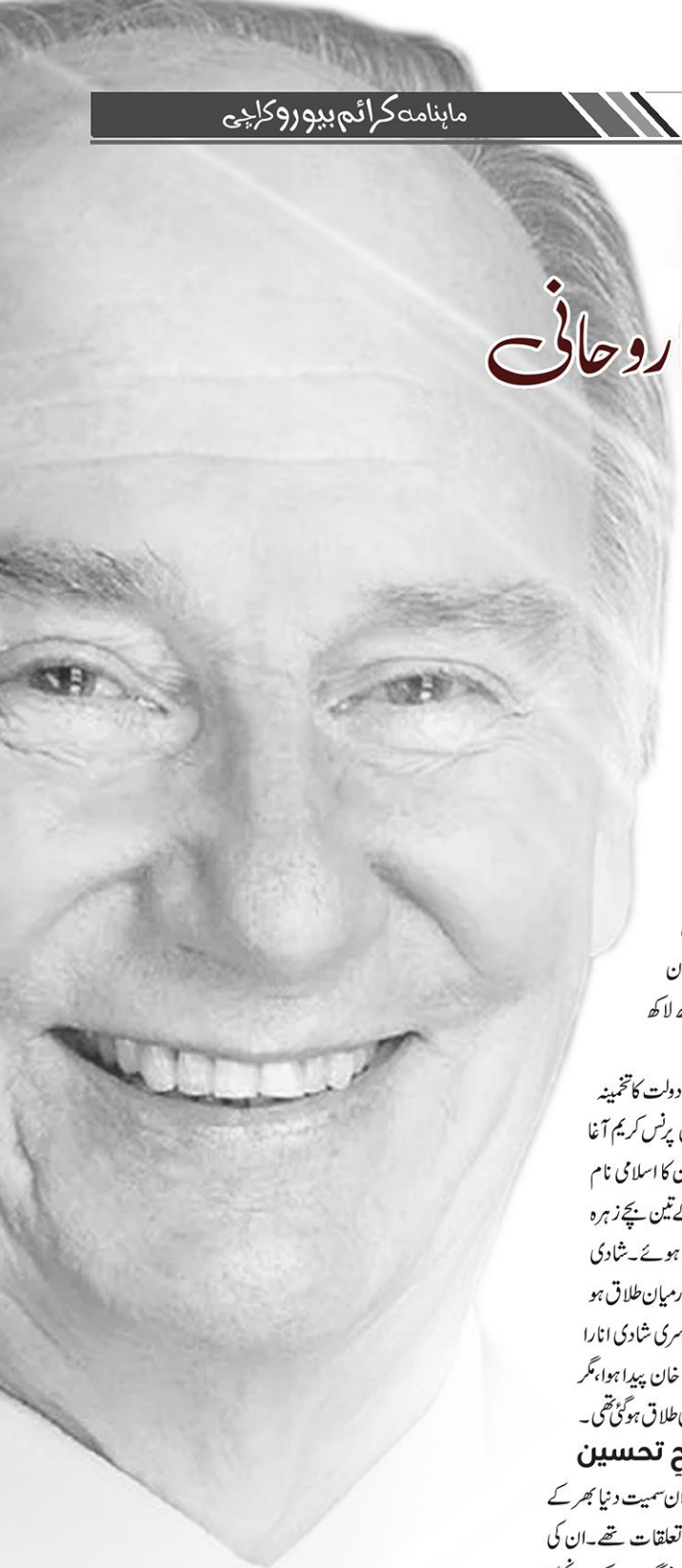
بشار الاسد نے برطانوی اور شامی دہری شہریت کی حامل اسما سے شادی کی جو مغربی لندن میں شامی خاندان کے ہاں پیدا ہوئی تھیں۔ سرمایہ کار بینکر بننے سے قبل انھوں نے یونیورسٹی تک تعلیم لندن میں ہی حاصل کی۔ اسما سنہ 2000 میں مکمل طور پر شام منتقل ہو گئیں اور بشار الاسد کے صدر بننے کے ساتھ ہی ان کی شادی بھی ان سے ہو گئی۔ لندن سکول آف اکنامکس کی ڈاکٹر نسرین الریفائی نے بی بی سی نیوز کو بتایا کہ اسما کے پاس برطانوی پاسپورٹ ہے اور وہ روس میں رہنے کے بجائے کبھی بھی لندن واپس آ سکتی ہیں۔ تاہم ان کا کہنا ہے کہ امریکہ نے اسما کے والد ڈاکٹر فواز الاخرس، جن کے بارے میں اطلاعات ہیں کہ وہ بھی روس میں ہی مقیم ہیں، پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا کہ اسما ابھی کچھ وقت روس میں ہی گزاریں گی۔ میل آن لائن کی ایک خبر کے مطابق پڑوسیوں کا یہ کہنا ہے کہ اسما کے والد دل کے ڈاکٹر ہیں اور ان کی والدہ سابقہ سفارتکار ہیں جو اپنی بیٹی اور داماد کو حوصلہ دینے کی غرض سے ماسکو میں قیام کرنا چاہتی ہیں۔ سنہ 2022 میں امریکہ کے دفتر خارجہ کی کانگریس میں پیش کی گئی ایک رپورٹ کے مطابق بشارالاسد کے پورے خاندان کے مجموعی اثاثے ایک سے دو بلین ڈالر مالیت کے ہیں۔ تاہم اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس خاندان کی دولت کا درست تعین ایک مشکل کام ہے کیونکہ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اسد خاندان کے اثاثے متعدد بینکوں، رئیل سٹیٹ کے کاروبار، کارپوریشنز اور باہر کے ممالک میں ہے جہاں انھیں ٹیکس سے استثنیٰ حاصل ہے۔

رپورٹ کے مطابق بشارالاسد اور اسما نے اپنی کمپنیوں کو غیر قانونی سرگرمیوں سے پیسہ نکالنے اور حکومت کو فنڈز فراہم کرنے کے لیے استعمال کیا اور اس مقصد کے لیے انھوں نے شام کے سب سے بڑے اقتصادی شخصیات کے ساتھ خاص اور قریبی تعلقات استوار کیے رکھے۔ اس رپورٹ کے مطابق اسما کا شام کے معاشی بحران سے نمٹنے والی اقتصادی کمیٹی پر گہرا اثر تھا اور انھوں نے شام کے خوراک اور ایندھن کی قیمت پر رعایتوں، تجارت اور کرنسی جیسے معاملات پر اہم فیصلے کیے۔ انھوں نے 'سیریا ٹرسٹ فار ڈویلپمنٹ' پر بھی اپنا اثر و رسوخ ڈالا، جس کے ذریعے حکومت کے زیر قبضہ علاقوں میں تعمیر نو کے لیے زیادہ تر غیر ملکی امداد کو منتقل کیا گیا۔ سنہ 2020 میں امریکہ کے اس وقت کے وزیر خارجہ مائیک پومپیو نے یہ الزام عائد کیا تھا کہ اسما اپنے شوہر اور خاندان کے ساتھ شام کے سب سے بدنام جنگی منافع خوروں میں سے ایک ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ انتظامیہ کے ایک اور سینیئر اہلکار نے اسما کو ایک اولیگارک (امیر ترین کاروباری عورت) اور خاندان کی مالیاتی امور کا نگران قرار دیا جن کا مقابلہ اپنے شوہر کے ایک کزن رامی مخلوف سے تھا۔

یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بشارالاسد کے روس چھوڑ کر کسی ایسے ملک جانے کے امکانات کم ہیں جہاں انھیں واپس شام کے حوالے کیا جا سکے اور پھر وہاں ان پر انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں سے متعلق فرد جرم عائد ہو۔

کریم آغاخان کی وفات:

68 برس تک اسماعیلی برادری کا روحانی پیشوا رہنے والا مخیّر شہزادہ



اسماعیلی برادری کے روحانی پیشوا اور دنیا بھر میں فلاحی کاموں کے لیے جانے جانے والے ارب پتی کریم آغاخان 88 برس کی عمر میں پرتگال کے دارالحکومت لزبن میں وفات پا گئے ہیں۔ اُن کی فلاحی تنظیم 'آغاخان ڈویلپمنٹ نیٹ ورک' نے اُن کی موت کی تصدیق کی ہے اور سوشل میڈیا پر جاری ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ اپنے اہلخانہ کی موجودگی میں 'پرسکون طریقے سے چل بسے'۔ کریم آغاخان کا اصل نام کریم الحسینی تھا اور انھیں نہ صرف اسماعیلی برادری بلکہ پوری دنیا بہت عقیدت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ وہ خاص طور پر اپنے فلاحی کاموں اور مفادِ عامہ کے لیے قائم کیے گئے اداروں کی وجہ سے دنیا بھر میں جانے جاتے تھے۔ کریم آغاخان کی وفات پر ان کی فلاحی تنظیم آغاخان ڈویلپمنٹ نیٹ ورک نے اپنے بیان میں بھی 'شہزادہ کریم کے اہلخانہ اور دنیا بھر میں اسماعیلی برادری سے' تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ 'ہم دنیا بھر میں اپنے شراکت داروں کے ساتھ مذہبی وابستگی اور نسل سے بالاتر ہو کر مستحق افراد اور کمیونٹیز کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کام جاری رکھے ہوئے ہیں، جیسا کہ شہزادہ کریم چاہتے تھے۔' کریم آغاخان تقریباً سات دہائیوں تک اسماعیلی شیعہ برادری کے امام رہے۔ اسماعیلی ایک مسلم فرقہ ہے جس کی دنیا بھر میں آبادی تقریباً ڈیڑھ کروڑ ہے۔

ان میں پاکستان میں مقیم پانچ لاکھ سے زائد افراد بھی شامل ہیں جبکہ انڈیا، افغانستان اور افریقہ میں بھی اس فرقے کی بڑی آبادی موجود ہے۔ اس برادری کا ماننا ہے کہ اُن کے امام کا شجرۂ نسب براہ راست پیغمبرِ اسلام سے ملتا ہے تاہم اسماعیلی مسلمانوں کی امامت کا سلسلہ امام جعفر صادق (چھٹے امام) کے بعد شیعہ اثنا عشری مسلمانوں سے مختلف ہو جاتا ہے۔ شیعہ اثنا عشری جعفر صادق کے بعد اُن کے فرزند موسیٰ کاظم اور ان کی اولاد کی امامت کے قائل ہیں جبکہ اسماعیلی مسلمان جعفر صادق کے بڑے فرزند اسماعیل بن جعفر (جن کی وفات امام جعفر صادق کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی) کو اپنے ساتویں امام کا درجہ دیتے ہیں اور ان کی اولاد کو سلسلہ وار اپنا امام مانتے ہیں۔

شہزادہ کریم آغا خان کون تھے؟

شہزادہ کریم آغا خان 13 دسمبر 1936 کو سوئٹزرلینڈ کے شہر جنیوا میں پیدا ہوئے تھے۔ انھیں برطانیہ اور فرانس سمیت متعدد ممالک نے اپنی شہریت دی تھی تاہم انھوں نے اپنی زندگی کا زیادہ وقت فرانس میں گزارا۔ کریم آغا خان کو ان کے دادا سر سلطان محمد آغا خان سوم نے روایات کے برعکس وصیت میں اپنے بیٹے شہزادہ علی خان کی جگہ اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ سنہ 1957 میں آغا خان سوم کی وفات کے بعد کریم آغا خان نے 20 سال کی عمر میں اسماعیلی برادری کے روحانی سربراہ کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ وہ آغا خانی یا اسماعیلی مسلمانوں کے 49ویں امام تھے اور آغا خان چہارم کے لقب سے پہچانے گئے۔ اس موقع پر پاکستان سمیت دنیا بھر میں اُن کی تخت نشینی کی رسومات ادا کی گئی تھیں۔ کراچی میں ان کی رسم تخت نشینی 23 جنوری 1958 کو ادا کی گئی تھی جس میں اس وقت کے صدر اسکندر مرزا اور وزیر اعظم فیروز خان نون کے علاوہ کریم آغا خان کے تقریباً ڈیڑھ لاکھ پیروکار بھی موجود تھے۔

سنہ 2008 میں شہزادے کی دولت کا تخمینہ ایک ارب ڈالر لگایا گیا تھا۔ سنہ 1969 میں پرنس کریم آغا خان نے ایک انگریز خاتون سے شادی کی جن کا اسلامی نام سلیمہ رکھا گیا۔ سلیمہ سے شہزادہ کریم آغا خان کے تین بچے زہرہ آغا خان، رحیم آغا خان اور حسین آغا خان پیدا ہوئے۔ شادی کے 26 سال بعد سنہ 1995 میں دونوں کے درمیان طلاق ہو گئی۔ سنہ 1998 میں کریم آغا خان نے دوسری شادی انارا نامی خاتون سے کی جن سے ایک بیٹا علی محمد آغا خان پیدا ہوا، مگر چند سال بعد سنہ 2011 میں اُن کی انارا سے بھی طلاق ہو گئی تھی۔

عالمی رہنماؤں کا خراجِ تحسین

شہزادہ کریم آغا خان کے برطانوی شاہی خاندان سمیت دنیا بھر کے شاہی خاندانوں اور حکمرانوں کے ساتھ ذاتی تعلقات تھے۔ ان کی وفات پر برطانیہ کے بادشاہ کنگ چارلس سوم نے گہرے دکھ و رنج کا اظہار کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل انتونیو گوٹیرس نے انھیں 'پریشان حال دنیا میں امن، رواداری اور ہمدردی کی علامت' قرار دیا۔ پاکستان کے وزیرِ اعظم شہباز شریف نے ایک بیان میں پرنس کریم کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اُنھیں دور رس نظر رکھنے والا ایماندار، سخی اور اہم رہنما قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ 'غربت کے خاتمے، صحت کی دیکھ بھال اور صنفی مساوات میں اپنی انتھک کوششوں کے ذریعے، انھوں نے پسماندہ لوگوں کی حمایت کی اور ان گنت زندگیوں پر انمٹ نقوش چھوڑے'۔ نوبل انعام یافتہ سماجی کارکن ملالہ یوسفزئی نے کہا کہ 'ان کی میراث اس ناقابل یقین کام کے ذریعے جاری رہے گی جو انھوں نے دنیا بھر میں تعلیم، صحت اور ترقی کے لیے کیا۔



شہزادہ رحیم الحسینی:

اسماعیلی برادری کے 50ویں امام کون ہیں

روحانی پیشوا کا تقرر کیسے کیا جاتا ہے؟

شہزادہ رحیم الحسینی آغا خان پنجم کو اسماعیلی برادری کا 50واں امام اور روحانی پیشوا مقرر کر دیا گیا ہے۔ سماجی رابطے کی ویب سائٹ 'ایکس' پر آغا خان ڈویلپمنٹ نیٹ ورک (اے کے ڈی این) کی جانب سے جاری بیان میں اس تقرری کا اعلان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ 'شہزادہ رحیم الحسینی آغا خان پنجم کو اسماعیلی برادری کا 50 واں امام مقرر کر دیا گیا ہے۔' آغا خان ڈویلپمنٹ نیٹ ورک نے اپنے بیان میں کہا کہ ان کی تقرری شہزادہ کریم آغا خان کی وصیت کے مطابق کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ اسماعیلی برادری کے روحانی پیشوا اور دنیا بھر میں فلاحی کاموں کے لیے جانے جانے والے ارب پتی کریم آغا خان گذشتہ روز 88 برس کی عمر میں پرتگال کے دارالحکومت لزبن میں وفات پا گئے تھے۔

شہزادہ کریم آغا خان تقریباً سات دہائیوں تک اسماعیلی شیعہ برادری کے امام رہے۔ اسماعیلی ایک مسلم فرقہ ہے جس کی دنیا بھر میں آبادی تقریباً ڈیڑھ کروڑ ہے۔ ان میں پاکستان میں مقیم پانچ لاکھ سے زائد افراد بھی شامل ہیں جبکہ انڈیا، افغانستان اور افریقہ میں بھی اس فرقے کی بڑی آبادی موجود ہے۔ اس برادری کا ماننا ہے کہ اُن کے امام کا شجرۂ نسب براہ راست پیغمبر اسلام سے ملتا ہے تاہم اسماعیلی مسلمانوں کی امامت کا سلسلہ امام جعفر صادق (چھٹے امام) کے بعد شیعہ اثنا عشری مسلمانوں سے مختلف ہو جاتا ہے۔

شیعہ اثنا عشری جعفر صادق کے بعد اُن کے فرزند موسیٰ کاظم اور ان کی اولاد کی امامت کے قائل ہیں جبکہ اسماعیلی مسلمان جعفر صادق کے بڑے فرزند اسماعیل بن جعفر (جن کی وفات امام جعفر صادق کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی) کو اپنے ساتویں امام کا درجہ دیتے ہیں اور ان کی اولاد کو سلسلہ وار اپنا امام مانتے ہیں۔ برطانوی خبر رساں ایجنسی رائٹرز کے مطابق شہزادہ رحیم الحسینی آغا خان 12 اکتوبر 1971 کو پیدا ہوئے۔ وہ شہزادہ کریم آغا خان چہارم اور اُن کی اہلیہ شہزادی سلیمہ کے بڑے بیٹے ہیں۔

یاد رہے کہ سنہ 1969 میں پرنس کریم آغا خان نے ایک انگریز خاتون سے شادی کی تھی جن کا اسلامی نام سلیمہ رکھا گیا تھا۔



سلیمہ سے شہزادہ کریم آغا خان کے تین بچے زہرہ آغا خان، رحیم آغا خان اور حسین آغا خان پیدا ہوئے۔ شادی کے 26 سال بعد سنہ 1995 میں پرنس کریم اور سلیمہ کے درمیان طلاق ہو گئی تھی۔ شہزادہ رحیم آغا خان نے امریکہ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ شہزادہ رحیم آغا خان نے سابق امریکی فیشن ماڈل کینڈرا اسپیئرز سے شادی کی، جن سے اُن کے دو بیٹے ہیں۔ شہزادہ رحیم کا اپنے والد کی جانب سے قائم کردہ فلاحی اداروں اور تنظیموں سے گہرا تعلق ہے۔

واضح رہے کہ شہزادہ کریم آغا خان نے منصب امامت سنبھالنے کے بعد آغا خان ڈیولپمنٹ نیٹ ورک کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا اور رفاہی کاموں کے ایک طویل سلسلے کا آغاز کیا جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ ادارہ دنیا کے تقریباً 35 ممالک میں غربت اور انسانی زندگی کا معیار بہتر بنانے میں مصروف عمل ہے۔ آغا خان ڈویلپمنٹ نیٹ ورک کے ذیلی اداروں میں آغا خان فاؤنڈیشن، آغا خان ہیلتھ سروسز، آغا خان پلاننگ اینڈ بلڈنگ سروسز، آغا خان اکنامک سروسز اور آغا خان ایجنسی فار مائیکرو فنانس شامل ہیں جن کی نگرانی شہزادہ کریم آغا خان خود کرتے تھے۔

آغا خان ڈویلپمنٹ نیٹ ورک کی ویب سائٹ کے مطابق شہزادہ رحیم نیٹ ورک کی مختلف تنظیموں کے بورڈز میں شامل ہیں اور اس وقت وہ آغا خان ڈویلپمنٹ نیٹ ورک کی ماحولیات اور موسمیاتی کمیٹی کے چیئرمین کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آغا خان ڈویلپمنٹ نیٹ ورک کی ویب سائٹ کے مطابق 'شہزادہ رحیم ماحولیاتی تحفظ اور موسمیاتی تبدیلیوں کے اثرات کو کم کرنے میں نیٹ ورک کے اقدامات میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔' آغا خان نیٹ ورک کی جانب سے مزید کہا گیا ہے کہ ان کی توجہ 'انتہائی غربت میں رہنے والوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کام' کرنے پر بھی مرکوز ہے۔

اسماعیلی برادری میں امام کا تقرر کیسے کیا جاتا ہے؟

اسماعیلی برادری کی روایات کے مطابق ہر اسماعیلی امام اپنی زندگی کے دوران ہی اپنا جانشین یعنی اسماعیلی برادری کا اگلا امام نامزد کرتا ہے۔ اور نئے روحانی پیشوا کی تقرری امام کی وفات کے فوراً بعد ہی ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ کریم آغا خان کو اُن کے دادا سر سلطان محمد آغا خان سوم نے روایات کے برعکس وصیت میں اپنے بیٹے شہزادہ علی خان کی جگہ اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔

سنہ 1957 میں آغا خان سوم کی وفات کے بعد کریم آغا خان نے 20 سال کی عمر میں اسماعیلی برادری کے روحانی سربراہ کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ وہ آغا خانی یا اسماعیلی مسلمانوں کے 49ویں امام تھے اور آغا خان چہارم کے لقب سے پہچانے گئے تھے۔ تاہم اسماعیلی برادری کے 50ویں امام شہزادہ رحیم الحسینی آغا خان کی تقرری ان کے والد کریم آغا خان کی وصیت کے مطابق کی گئی ہے۔ اسماعیلی برادری کی ویب سائٹ کے مطابق 'یہ اعلان پانچ فروری 2025 کو لزبن میں کریم آغا خان کی وصیت کے بعد امام کے اہل خانہ اور سینیئر جماعتی رہنماؤں کی موجودگی میں کیا گیا۔

غیرقانونی انڈین تارکین وطن کی امریکہ بدری:

چھ ماہ کا خطرناک سفر، لاکھوں کا خرچہ اور امریکی فوجی طیارے میں ہتھکڑیوں میں واپسی

انڈیا کے صوبہ پنجاب کی سرحد سے متصل ضلع کروکشیتر کے ایک گاؤں سے تعلق رکھنے والے خوش پریت سنگھ چھ ماہ قبل 45 لاکھ روپے خرچ کر کے غیرقانونی طور پر امریکہ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ 18 سالہ خوش پریت کے والد نے بیٹے کو ایجنٹس کے ذریعے امریکہ بھیجنے کی غرض سے اپنی زمین، مکان اور مویشیوں کو گروی رکھ کر قرضہ لیا تھا۔ لیکن اب وہ اُن 104 انڈین شہریوں میں شامل ہیں جنھیں امریکہ میں غیرقانونی حیثیت کے باعث ڈی پورٹ کر کے بذریعہ خصوصی فلائیٹ واپس انڈیا بھیج دیا ہے۔ چھ ماہ کے طویل اور پُرخطر سفر کے بعد خوشپریت سنگھ 22 جنوری 2025 کو امریکہ کی سرحد عبور کرنے میں کامیاب ہوئے تھے تاہم محض 15 بعد ہی یعنی پانچ فروری 2025 کو انھیں غیرقانونی انڈین تارکین وطن سے بھرے امریکی فوجی طیارے میں بٹھا کر واپس انڈیا بھیج دیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ پانچ فروری کو امریکہ میں غیرقانونی حیثیت میں مقیم انڈین شہریوں سے بھرا پہلا طیارہ امرتسر کے گورو رامداس ایئرپورٹ پر اُترا تھا۔ قرض لے کر 45 لاکھ خرچ کرنے، جان جوکھم میں ڈال کر چھ ماہ کا طویل سفر کرنے اور اس کے عوض امریکہ میں محض 15 دن گزارنے کے بعد ملک بدر ہونے والے خوش پریت اب غیرقانونی طریقے سے باہر جانے کے مخالف ہیں۔

امریکہ تک کے اپنے غیرقانونی سفر کے بارے میں وہ بتاتے ہیں کہ 'ہمارے پاس صرف پانی ہوتا تھا اور ہمیں جنگل پار کرنے ہوتے تھے۔ بس اپنے راستے پر چلتے رہنا ہوتا ہے، پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھنا ہوتا۔' جو گائیڈ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے وہی سرحد پار کروا سکتا تھا، اس سفر میں جو پیچھے رہ جائے گا وہ ہمیشہ پیچھے رہ جائے گا۔ 'غیرقانونی طریقے سے امریکہ میں داخل ہونے اور پھر وہاں زیر حراست گزارے گئے دنوں کے بارے میں وہ کہ 'ہمیں امریکہ کے حراستی کیمپ میں 12 دن تک رکھا گیا۔ پہلے ہی دن انھوں نے ہمیں بتا دیا تھا کہ وہ ہمیں انڈیا واپس بھیج دیں گے۔ لیکن ہم نے سوچا کہ وہ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ وہ سنجیدہ تھے لیکن ہم مذاق سمجھ رہے تھے۔' پھر جب انھوں نے ہمیں ہتھکڑیاں لگائیں تو ہمیں معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا۔ پہلے تو انھوں نے ہمیں بتایا کہ وہ ہمیں ویلکم سینٹر لے جا رہے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ ہمیں وہاں چھوڑ دیا جائے گا، لیکن جب ہم بس سے اُترے تو دیکھا کہ ایک فوجی طیارہ ہمارے سامنے کھڑا ہے۔'

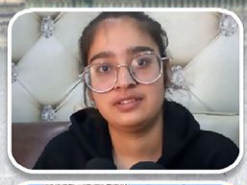
خوش پریت کہتے ہیں کہ انھوں نے اس سفر کے لیے 45 لاکھ خرچ کیے اور 'اب ہم امید کرتے ہیں کہ اگر ہمیں ہمارے پیسے واپس مل گئے تو ہم یہاں کچھ کام کر لیں گے۔ لیکن اب ہم باہر جانے کے بارے میں نہیں سوچیں گے۔' خوش پریت سنگھ کے والد اس موقع پر کافی جذباتی نظر آئے۔ انھوں نے روتے ہوئے التجا کی 'ہمیں ہماری رقم واپس کر دو، اگر پوری نہیں تو کم از کم آدھی ہی کر دو۔'

ہم نے راستے میں لاشیں بھی دیکھیں

ٹانڈہ اُدمور کے رہائشی سکھ پال سنگھ کو بھی اسی فلائیٹ پر واپس انڈیا بھیجا گیا ہے۔ اُن کے مطابق وہ بھی جنگلوں اور سمندروں سے گزر کر امریکہ پہنچے تھے۔ بی بی سی کے نامہ نگار پردیپ شرما کی رپورٹ کے مطابق سکھ دیو سنگھ کا کہنا ہے کہ وہ چار ماہ سفر میں رہے۔ مشکلات کے بارے میں بات کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ 'میں سب سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتا ہوں کہ کوئی بھی دونمبر راستے سے نہ جائے، یہاں رہ کر تھوڑا کھا لیں کیونکہ راستے میں تو کھانا بھی نہیں ملتا۔ آپ کے پیسے بھی چھین لیے جاتے ہیں اور آپ کو کسی قسم کا تحفظ نہیں ہے۔' وہ کہتے ہیں کہ 'وہ ہمیں پہلے اٹلی لے گئے، وہاں کسی نے نہیں پوچھا۔ پھر وہاں سے وہ ہمیں لاطینی امریکہ لے گئے۔ اس کے بعد ایک کشتی پر تقریباً 15 گھنٹے تک سفر کرتے رہے۔' وہ کہتے ہیں کہ 'ہم پہاڑوں میں 45 کلومیٹر پیدل چلے، اور جو کوئی بھی وہاں سفر کی سختی یا بھوک پیاس کے باعث گرتا تھا اس کو وہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہم نے راستے میں بہت سی لاشیں دیکھیں۔' اُن کی طرح دسوہا کے رہائشی ہرویندر سنگھ کی کہانی بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ ہرویندر کا کہنا ہے کہ پہلے انھیں دہلی سے قطر اور پھر قطر سے برازیل لے جایا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ 'میں دو دن برازیل کے ایک ہوٹل میں رہا۔ پھر انھوں نے مجھے بتایا کہ آپ کی پیرو سے فلائٹ ہے۔

ہرویندر سنگھ کا کہنا ہے کہ انھوں نے اس پورے سفر پر 42 لاکھ انڈین روپے خرچ کیے۔ انھوں نے کہا کہ 'جب ہم پانامہ پہنچے تو تب تک ڈولر کے مر چکے تھے۔ ایک سمندر میں ڈوب گیا اور ایک جنگل میں مر گیا۔' 'ہمیں ادھر ادھر دھکیل دیا گیا، ہم نے سرحد پار نہیں کی اور نہ ہی دیوار پر چڑھے' جگراوں کی رہائشی مسکان کا دعویٰ ہے کہ اُن کے ساتھ امریکی حکام کی جانب سے ناانصافی کی گئی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ان پاس تین سال کا سٹڈی ویزا ہے جس وہ پر ایک سال پہلے انگلینڈ گئی تھیں۔ بی بی سی کے گرومندر گریوال کی ایک رپورٹ کے مطابق وہ پانچ جنوری 2024 کو برطانیہ گئی تھیں۔ گذشتہ برس کے اواخر میں وہ اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ میکسیکو سیر پر گئیں جہاں سے وہ تیجوانا سرحد پر بھی گئیں۔ انھوں نے کہا کہ 'میں نے نہ ہی سرحد پار کی نہ ہی کوئی دیوار لیکن وہاں امریکی حکام کی ایک بس آئی جو مجھ سمیت دیگر افراد کو لے گئی۔' مسکان بتاتی ہیں کہ 'کیلیفورنیا کی پولیس ہمیں لینے آئی اور پھر ہمیں انھوں نے ہمیں انڈیا بھیج دیا۔ ہمیں یہاں پہنچنے کے بعد ہی پتہ چلا کہ ہم انڈیا آئے ہیں۔' 'مجھے دھکے مارے گئے حالانکہ میں ایک درست ویزا پر گئی تھی۔' انھوں نے مزید کہا کہ 'میرے پاس اب بھی برطانیہ کا ویزا موجود ہے لیکن ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہم پانچ سال تک کہیں نہیں جا سکتے۔' مسکان کے والد جگدیش کمار کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنی بیٹی کے اچھے مستقبل کے لیے وہاں بھیجا تھا لیکن اسے الٹا دھکے مارے گئے، حکومت کو اب اس بارے میں سوچنا چاہیے، ہم نے قرض لے کر اسے بھیجا تھا۔'









11 دن پہلے امریکہ پہنچنے والا جسپال سنگھ

گورداسپور کے ایک قصبے فتح گڑھ چوڑیاں کے جسپال سنگھ کو صرف 11 دن امریکہ میں گزارنے کے بعد انڈیا ڈی پورٹ کر دیا گیا ہے۔ بی بی سی کے نامہ نگار گریپریت چاولہ سے بات کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ 'امریکہ جانے کا خواب چکنا چور ہو گیا۔' ان کا امریکہ کا سفر تقریباً ڈھائی سال پہلے شروع ہوا تھا۔ اس خواب کو مکمل کرنے کے لیے انھیں 40 لاکھ روپے کا نقصان سہنا پڑا ہے۔ جسپال سنگھ کا کہنا ہے کہ وہ 2022 میں وزٹ ویزا پر انگلینڈ گئے تھے اور وہاں ان کا سپین کے ایک پنجابی ایجنٹ سے رابطہ ہوا۔ پھر جولائی 2024 میں وہ یورپ پہنچے۔

اطلاعات کے مطابق ان 104 افراد میں سے 35 کا تعلق ہریانہ، 33 کا گجرات، 31 کا پنجاب، تین کا اُتر پردیش اور دو کا تعلق مہاراشٹر سے ہے۔ ڈی پورٹ ہونے والوں میں 25 خواتین بھی شامل ہیں اور بیشتر افراد کی عمریں 20 سے 30 برس کی درمیان ہیں۔ ان سبھی تارکین وطن نے ایجنٹوں کو امریکہ جانے کے لیے بڑی بڑی رقمیں ادا کی تھیں۔ دوسری جانب انڈیا کی حکومت نے کہا ہے کہ وہ امریکی انتظامیہ سے بات کر رہی ہے کہ وہ انڈیا کے غیرقانونی تارکین وطن کو امریکہ سے واپس بھیجتے وقت اُن کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔

انڈیا کے وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے پارلیمنٹ میں یہ بیان ان خبروں کے پس منظر میں دیا ہے جس میں بتایا گیا تھا کہ بدھ کے روز امریکہ نے جن 104 انڈین غیرقانونی تارکین وطن کو امریکہ بدر کیا، انھیں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر انڈیا واپس بھیجا گیا تھا۔



غزہ

15 ماہ کی جنگ

کتنا نقصان ہوا

بحالی میں کتنا وقت لگے گا؟

غزہ میں جنگ بندی کا معاہدہ طے پا گیا ہے لیکن **15** ماہ سے جاری لڑائی اور جنگ کے ساحلی فلسطینی علاقے پر تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اسرائیل کی جانب سے اس علاقے پر فضائی حملے اور زمینی کارروائی **7** اکتوبر **2023** کو حماس کے غیر معمولی سرحد پار حملے کے جواب میں شروع ہوئے، حماس کے اس حملے میں تقریباً **1200** افراد ہلاک اور **251** کو یرغمال بنا لیا گیا۔ حماس کے زیر انتظام وزارت صحت کے مطابق جنگ کے دوران **46** ہزار **600** سے زائد فلسطینی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اسرائیل کا کہنا ہے کہ وہ حماس کی فوجی اور حکومتی صلاحیتوں کو تباہ کرنے کے لیے پُرعزم ہے۔

تباہی کیسے پھیلی

اسرائیلی انتظامیہ کی توجہ ابتدا میں شمالی غزہ پر مرکوز تھی، اسی مقام اور علاقے کے بارے میں اُن کا کہنا تھا کہ حماس کے جنگجو انھیں گنجان آباد شہری آبادی کے درمیان چھپے ہوئے ہیں۔ سرحد سے صرف **2** کلومیٹر کے فاصلے پر واقع شمالی قصبہ بیت حنون اسرائیلی حملوں کا پہلا نشانہ بننے والے علاقوں میں سے ایک تھا۔ اس علاقے کو اسرائیلی فوج کی کارروائیوں سے بھاری نقصان پہنچا۔ اسرائیل نے غزہ شہر اور شمال میں دیگر شہری مراکز پر بمباری جاری رکھی اور اکتوبر کے آخر میں زمینی حملہ شروع کرنے سے پہلے شہریوں کو اپنی حفاظت کو مدِنظر رکھنے کی خاطر اس علاقے کو خالی کرنے اور وادی غزہ کے جنوب میں منتقل ہونے کا حکم دیا۔ لیکن اس انتباہ کے باوجود اسرائیلی فوج نے جنوبی شہروں پر بھی فضائی حملے جاری رکھے جن کی طرف شمال سے لاکھوں غزہ کے باشندے منتقل ہو رہے تھے۔ نومبر کے آخر تک علاقے کے جنوب کے کچھ حصے کھنڈرات میں بدل چکے تھے جیسا کہ اس سے قبل شمال کا زیادہ تر حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ اسرائیل نے دسمبر کے اوائل میں غزہ کے ایک اور اہم اور گنجان آباد علاقے خان یونس پر زمینی کارروائی کے آغاز سے قبل جنوبی اور وسطی غزہ پر اپنی بمباری کی رفتار اور شدت میں اضافہ کر دیا تھا اور جنوری تک غزہ کی نصف سے زیادہ عمارتوں کو تباہ کر دیا گیا تھا۔ سیٹلائٹ ڈیٹا کا تجزیہ کرنے والے سی یو این وائی گریجویٹ سینٹر اور اوریگون سٹیٹ یونیورسٹی کے ماہرین کے مطابق **15** ماہ سے جاری تنازع نے ممکنہ طور پر غزہ کی پٹی میں تقریباً **60** فیصد عمارتوں کو نقصان پہنچایا ہے جس میں غزہ شہر کو سب سے زیادہ تباہی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اقوام متحدہ کے اندازوں کے مطابق تباہ ہونے والی عمارتوں میں غزہ میں **90** فیصد سے زیادہ رہائشی یونٹ شامل ہیں، جن میں سے **160،000** تباہ ہوئے اور مزید **276،000** کو جزوی طور پر نقصان پہنچا۔ جنگ کے دوران حماس، جسے اسرائیل، برطانیہ اور بہت سے دیگر ممالک نے دہشت گرد تنظیم قرار دیا ہے۔

ایک وسیع خیمہ بستی کو آباد کیا گیا

غزہ میں اس حالیہ جنگ سے قبل بھی حالات اچھے نہیں تھے اور یہاں زندگی گزارنا انتہائی مشکل تھا، برسوں سے خطے میں کسی داخل ہونا ہے اور کسے نہیں اس بات کا فیصلہ اسرائیلی اور مصری انتظامیہ نے کیا۔ تاہم اس بارے میں دونوں ممالک کا کہنا تھا کہ ایسا سکیورٹی اور اپنی سلامتی کی غرض سے کیا جاتا رہا ہے۔ عالمی بینک کے مطابق اگرچہ تقریباً دو تہائی آبادی غربت میں تھی اور ہزاروں افراد اقوام متحدہ کے زیر انتظام پناہ گزین کیمپوں میں رہتے تھے لیکن وہاں ہسپتال، سکول اور دکانیں بھی موجود تھیں۔ لیکن غزہ صرف **41** کلومیٹر (**25** میل) لمبا اور **10** کلومیٹر چوڑا اور بحیرہ روم سے گھرا ہوا ہے اور اسرائیل اور مصر کے ساتھ بند سرحدیں ہیں، تاہم اب یہاں کا بڑا حصہ رہائش کے قابل نہیں ہے۔ پورے ضلع کو زمین بوس کر دیا گیا۔ زرعی زمین جہاں کبھی گرین ہاؤس ہوا کرتے تھے، اسرائیلی فوجیوں کی جانب سے علاقے میں چھاپوں اور بھاری فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی وجہ سے ریت اور ملبے میں تبدیل ہو گئی ہے۔ جنگ سے پہلے غزہ کی **22** لاکھ آبادی میں سے زیادہ تر اس کے چار اہم شہروں جنوب میں رفح اور خان یونس، مرکز میں دیر البلاح اور غزہ شہر میں رہتے تھے جو **775000** افراد کا گھر تھا لیکن اب تقریباً پوری آبادی بے گھر ہو چکی ہے۔

خوراک کے لیے جدوجہد

قحط کا اعلان کرنے کے ذمہ دار عالمی ادارے انٹیگریٹڈ فوڈ سکیورٹی فیز کلاسیفکیشن (آئی پی سی) کے مطابق تقریباً **18** لاکھ افراد شدید غذائی عدم تحفظ کا سامنا کر رہے ہیں جن میں تقریباً **133000** افراد تباہ کن غذائی عدم تحفظ کا سامنا کر رہے ہیں۔ قحط کا اعلان کرنے کے ذمہ دار عالمی ادارے انٹیگریٹڈ فوڈ سکیورٹی فیز کلاسیفکیشن کی جانب سے ستمبر **2024** سے اگست **2025** تک کے حالات اور تجزیے میں خبردار کیا گیا ہے کہ شدید غذائی قلت کی سطح جنگ شروع ہونے سے پہلے کے مقابلے میں **10** گنا زیادہ ہوگی۔ موجودہ جنگ سے پہلے بھی غزہ کی تقریباً **80** فیصد آبادی کو انسانی امداد کی ضرورت تھی۔ اقوام متحدہ کے مطابق **7** اکتوبر کے بعد اسرائیل اور مصر کی جانب سے اپنی گزرگاہیں بند کیے جانے کے بعد تقریباً **10** روز تک امدادی سامان کی فراہمی مکمل طور پر رک گئی تھی۔

غربت بڑھتی جا رہی ہے

اس تنازعے نے غزہ کی معیشت پر بھی تباہ کن اثرات مرتب کیے ہیں جس کے بارے میں عالمی مالیاتی ادارے یعنی ورلڈ بینک کا کہنا ہے کہ **2024** کی پہلی سہ ماہی میں اس میں **86** فیصد کمی آئی ہے جو ریکارڈ پر سب سے بڑا معاشی تنزلی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ تقریباً **100** فیصد آبادی جنگ سے پہلے کے **64** فیصد کے مقابلے میں اب غربت میں زندگی گزار رہی ہے اور بنیادی سامان کی قیمت میں تقریباً **250** فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کے تجارتی اور ترقیاتی ادارے یو این سی ٹی اے ڈی کا کہنا ہے کہ جنگ کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کا تخمینہ **5.18** ارب ڈالر ہے جو **2022** میں غزہ کی مجموعی قومی پیداوار یعنی جی ڈی پی سے تقریباً سات گنا زیادہ ہے۔ ادارے نے اکتوبر میں متنبہ کیا تھا کہ جنگ بندی کے بعد بھی غزہ کی معیشت کو **2022** کی سطح پر بحال کرنے میں **350** سال لگیں گے اگر یہ **2007** سے نافذ معاشی اور نقل و حرکت کی پابندیوں کے تحت زیادہ تیزی سے ترقی کرنے کے قابل نہیں ہوا۔ بہت سے طبی مراکز نقصان یا رسد اور ایندھن کی کمی کے نتیجے میں کام کرنے سے قاصر ہیں۔ اسرائیلی فورسز نے کئی ہسپتالوں پر بھی چھاپے مارے ہیں اور فوج نے الزام عائد کیا ہے کہ حماس نے انھیں فوجی مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔

ناسا کے خلائی جہاز نے سورج کے انتہائی قریب پرواز کرکے تاریخ رقم کردی



سائنسدانوں کو جمعرات کو رات 12 بجے سے تھوڑا پہلے پارکر سولر پروب سے ایک سگنل موصول ہوا۔ یہ خلائی جہاز سورج سے خارج ہونے والے انتہائی شدید درجہ حرارت اور بے تحاشہ تابکاری کو برداشت کرتے ہوئے سورج کی بیرونی فضا میں پرواز کر رہا تھا اور اس دوران اس کا زمین سے رابطہ منقطع تھا۔ ناسا کا کہنا ہے کہ اس کا پروب 'محفوظ' ہے اور معمول کے مطابق کام کر رہا ہے۔ یہ سورج کی سطح سے 38 لاکھ میل کے فاصلے پر پرواز کر رہا تھا۔ اس مشن کے ذریعے سائنسدانوں کو یہ جاننے میں بھی مدد ملے گی کہ سورج درحقیقت کیسے کام کرتا ہے۔

ناسا میں ہیڈ آف سائنس ڈاکٹر نکولا فوکس نے بی بی سی کو بتایا کہ 'لوگ صدیوں سے سورج کے بارے میں پڑھتے آ رہے ہیں لیکن آپ کو کسی ماحول کا اصل تجربہ اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک آپ وہاں خود نہ جائیں۔' انھوں نے مزید کہا کہ 'ہم سورج کے ماحول کا اُس وقت تک تجربہ نہیں کر سکتے جب تک ہم اس کے انتہائی قریب سے نہ گزریں۔' 'پارکر سولر پروب' کو سنہ 2018 میں لانچ کیا گیا تھا اور اس کے بعد سے یہ ہمارے نظام شمسی کے مرکز کی جانب بڑھ رہا ہے۔ یہ پہلے ہی سورج کے پاس سے 21 مرتبہ گزر چکا ہے اور ہر چکر میں یہ اس کے مزید قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ تاہم اب اس نے سورج کے انتہائی پہنچنے کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔

یہ مشن سورج کی سطح سے 8.3 ملین میل (2.6 ملین کلومیٹر) کے فاصلے پر موجود ہے۔ یہ فاصلہ شاید آپ کو سورج کے اتنا قریب محسوس نہ ہو، لیکن نکولا فوکس اس بارے میں وضاحت کرتی ہیں کہ 'ہم سورج سے 93 ملین میل کی دوری پر ہیں تو اگر ہم سورج اور زمین کو ایک میٹر کی دوری پر رکھیں تو اس وقت 'پارکر سولر پروب' سورج سے صرف چار سینٹی میٹر کے فاصلے پر ہے۔ یعنی انتہائی قریب۔' 'پارکر سولر پروب' کو 1400 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت اور شدید تابکاری کو برداشت کرنا پڑے گا جو اس خلائی جہاز میں موجود الیکٹرانکس کو بھی جلا کر راکھ کر سکتا ہے۔ 5.11 سینٹی میٹر (5.4 انچ) موٹی کاربن کی بنی شیلڈ سے اس خلائی جہاز کو محفوظ بنایا گیا ہے اور یہ تیزی سے اندر داخل ہونے اور باہر نکلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

یہ خلائی جہاز انسانوں کی جانب سے بنائی گئی کسی بھی چیز سے زیادہ تیزی سے حرکت کرتا ہے اور اس کی رفتار 430,000 میل فی گھنٹہ ہے یعنی یہ لندن سے نیویارک تک 30 سیکنڈ سے بھی کم وقت میں پرواز کرنے کے برابر ہے۔ تو سورج کو 'چھونے' کے لیے یہ تمام کوششیں کیوں کی جا رہی ہیں؟ سائنسدانوں کو امید ہے کہ یہ خلائی مشن جب سورج کی بیرونی فضا، جسے کورونا کہتے ہیں، سے گزرے گا تو اس سے ایک طویل معمہ حل ہو پائے گا۔ 'ففتھ لیب سٹارز' سے منسلک ماہر فلکیات ڈاکٹر جینیفر میلارڈ کہتی ہیں کہ 'کورونا (سورج کی بیرونی فضا) بہت زیادہ گرم ہے، مگر یہ اتنی گرم کیوں ہے ہمیں اس کی وجہ معلوم نہیں۔'

سورج کی سطح پر درجہ حرارت 6000 ڈگری سینٹی گریڈ ہے لیکن اس کی بیرونی فضا جسے آپ سورج گرہن کے دوران دیکھتے ہیں، اس کا درجہ حرارت لاکھوں ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ سورج کی فضا اتنی گرم کیسے ہو رہی ہے۔ اس مشن کی مدد سے سائنسدانوں کو شمسی ہوا کو بہتر طور پر سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔ یہ ہوا چارج شدہ ذرات کے کورونا سے نکلنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ ذرات زمین کے مقناطیسی میدان کے ساتھ ملتے ہیں تو آسمان چمک اٹھتا ہے۔ لیکن اس نام نہاد خلائی موسم سے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں، جیسے کہ پاور گرڈ، الیکٹرانکس اور مواصلاتی نظام کو نقصان پہنچتا ہے۔ ڈاکٹر جینیفر میلارڈ کہتی ہیں کہ 'سورج کے بارے میں سمجھنا، اس پر ہونے والی سرگرمی، موسم، شمسی ہوا یہ سب زمین پر ہماری روزمرہ زندگی کے لیے انتہائی اہم ہیں۔



رپورٹ: ماہم چوہدری

ملکی وے گلیکسی (Milky Way Galaxy)

سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق چار ارب سال قبل ملکی وے گلیکسی پر زندگی کے آثار نمایاں ہوئے۔ ہماری کائنات میں کئی بلین (**Galaxies**) ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ملکی وے گلیکسی کے **100** بلین سورج ہیں۔ ملکی وے گلیکسی پر لوہے اور نکل سے بھی زیادہ بھاری عناصر وجود میں آچکے ہیں۔

میکانزم (Mechanism)

ترجمہ: ''اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔ وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے۔ موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے۔ برکت والے پیڑ زیتون سے۔ جو نہ پورب (مشرق) کا نہ پچھم (مغرب) کا۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے۔ اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے۔ جسے چاہتا ہے''۔

(سورہ نور، آیت: **35**)

مادہ میں تغیر واقع ہوتا رہتا ہے روشن میں تغیر واقع نہیں ہوتا۔ ظاہری آنکھوں سے اس دنیا کا جو میکانزم ہمیں نظر آرہا ہے وہ سب (**Fake**) ہے۔ میکانزم کی اساس ایک ہے۔ مگر اس کے نام الگ ہیں۔ جو میکانزم روحانی علماء کے زاویہ نظر کا ہے۔ وہ میکانزم سیاہ نقطوں سے بنا ہے۔ روحانی علماء کے مطابق یہ سیاہ نقطے تجلی ہیں۔

میرے مطابق اِن سیاہ نقطوں میں ایک خاص سیاہ نقطہ ایسا بھی ہے کہ اس خاص نقطہ میں وہ تمام اشکال پوشیدہ ہیں جو مکانی شکل وصورت میں نظر آتی ہیں۔ جب یہ خاص نقطہ پھیلتا ہے تو پوشیدہ مظاہر کا روپ دھار کر کائنات بن جاتا ہے۔ اس نقطہ کے بے شمار پردے ہیں۔ لیلۃ القدر میں بھی یہ نقطہ پوشیدہ ہے۔

ہمیں غور کرنا ہوگا کہ خشخاش کے دانے سے بھی چھوٹا بیج کس طرح بوہڑ کے درخت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

ہم لوگ ابھی تک اصل کائنات کے میکانزم کو سمجھنا تو دور کی بات، ابھی تک وہ ''اصل میکانزم'' سمجھ نہیں پا رہے جو ہمارے اندر کام کر رہا ہے۔

حضرت محمد عربی ﷺ (**Time**) کے اندر بحیثیت بشیر اور (**Space**) کے اندر بحیثیت نذیر بیک وقت کام کر رہے ہیں۔ بشیر و نذیر اور کائنات میں کس میکانزم کے تحت اور کس طرح کام ہو رہا ہے؟ افسوس ہم اس جواب سے بھی ناواقف ہیں۔

حضرت محمد عربی ﷺ کے اس مبارک فرمان:

(جس نے اپنی روح کو پہچانا۔ اس نے اپنے رب کو پہچانا)

کی روشنی میں ہی میکانزم کی اصل کو سمجھا جا سکتا ہے۔



انسانی حقوق کے دن پر تقریب۔۔!!!

دنیا بھر میں 25 نومبر سے 10 دسمبر تک 16 دن کی ایکٹوزم منائی جاتی ہے

لیگل رائٹس فورم اور ویمن ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ نے مسلم ایڈ تعاون کے ساتھ انسانی حقوق کے دن پر 16 دنوں کی ایکٹوزم کی اختتامی تقریب کا انعقاد کیا، جو مہران ہوٹل میں منعقد ہوئی۔ دنیا بھر میں 25 نومبر سے 10 دسمبر تک 16 دنوں کی ایکٹوزم منائی جاتی ہے۔

پروگرام کی شروعات پروگرام مینیجر شیریں اعجاز نے کی، جنہوں نے اس تقریب اور 16 دن کی ایکٹوزم کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس سال بھی اقوام متحدہ کی تھیم کے تحت 25 نومبر کو روشنیوں کو روشن کر کے اس کا آغاز کیا گیا۔ لیگل رائٹس فورم اور ویمن ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ نے اس پروگرام کا آغاز جسٹس (ریٹائرڈ) ماجدہ رضوی اور دیگر رول ماڈل خواتین کی کامیابی کی کہانیوں سے کیا۔ اس پروگرام میں مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والی کامیاب خواتین کو شیلڈز دی گئیں، جن میں ایس ایس پی شاہلہ قریشی، ڈی ایس پی منیشا، صحافی شازیہ حسن (ڈان)، صحافی لیلیٰ نثار، محکمہ پراسیکیوشن کی فائزہ علی، رابعہ بروہی، ٹرانس ایکٹیوسٹ شہزادی رائے اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والی نمایاں خواتین شامل تھیں۔

پروگرام میں لیگل رائٹس فورم کے سی ای او ملک طاہر، نصر اللہ جلبانی (صدر کراچی بار)، وکلا برادری کے دیگر ارکان، اور مختلف سماجی تنظیموں کے نمائندگان نے بھی شرکت کی۔ بعد میں ویمن ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ کی وزیر، شائینہ شیر علی نے 16 دنوں کی ایکٹوزم کی تقریبات اور وزارت کے کردار پر بات کی اور کہا کہ صنفی بنیاد پر تشدد کے لیے ہماری زیرو ٹالرنس ہے۔ پروگرام کے آخر میں گلوکارہ فرح لاشاری نے فوک میوزک پیش کر کے تقریب کا اختتام کیا۔















Women's Ministries
GENERAL CONFERENCE OF SEVENTH DAY ADVENTISTS

Muslim Aid
Serving Humanity

LRF
Legal Rights Forum

چمپئنز ٹرافی کا آفیشل ترانہ جاری:

اس میں ان اکھڑ مزاجوں کیلئے سبق ہے جو کرکٹ کھیلنے پاکستان نہیں آرہے







دھڑکے دل زور سے دھڑکے دیکھو کیا ہوگا۔ کچھ بھی ہوسکتا کھیل میں کون ہارے کون جیتے کوئی بھی نہ جانے، کچھ بھی ہوسکتا کھیل میں کھیلنے آئے ہم کھیلنے آئے پوری تیاری اور ذمہ داری سے گلی گلی بھری بھری تجھے مجھے دیکھنے۔۔۔۔۔۔۔۔

آئی سی سی نے چیمپئنز ٹرافی پاکستان 2025 کا آفیشل ترانہ 'جیتو بازی کھیل میں' جاری کر دیا ہے۔ اس ترانے میں لیڈ سنگر عاطف اسلم ہیں اور اس ترانے کو عدنان ڈھول اور اسفند یار اسد نے تحریر کیا جبکہ عبداللہ صدیقی نے پروڈیوس کیا۔ اس ترانے کی سب سے خاص بات جو قرار دی جارہی ہے وہ اس کی ویڈیو میں چیمپئنز ٹرافی میں شریک تمام ٹیموں کے جھنڈوں کا لہرانا ہے۔ لیڈ سنگر عاطف اسلم خود بھی اس ویڈیو میں موجود ہیں جبکہ ان کے ساتھ بچوں سے لے کر نوجوان اور بزرگوں کو کرکٹ کا جشن مناتے دیکھا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ آئی سی سی چیمپئنز ٹرافی 19 فروری سے پاکستان میں شیڈول ہے جو انڈین ٹیم کے پاکستان نہ آنے کی وجہ سے ہائبرڈ ماڈل کے تحت کھیلی جائے گی، جس کے مطابق انڈیا کی ٹیم کے تمام میچز متحدہ عرب امارات میں ہوں گے۔

شاباش آئی سی سی، شاباش پاکستان'

آئی سی سی چیمپئنز ٹرافی میں کل آٹھ ٹیمیں حصہ لیں گی جن میں پاکستان، آسٹریلیا، انگلینڈ، انڈیا، افغانستان، بنگلہ دیش، جنوبی افریقہ اور نیوزی لینڈ شامل ہیں۔ آئی سی سی کا آفیشل ترانہ ریلیز ہوتے ہی سماجی رابطے کی ویب سائٹ ایکس پر کرکٹ فینز نے اس پر دلچسپ تبصرے شروع کر دیے۔ کئی نے اس کا موازنہ پچھلے ترانوں سے بھی کیا جبکہ عاطف اسلم کی پرفارمنس کو کم وبیش تمام شائقین کرکٹ نے سراہا اور یوں فینز سے داد وصول کرتے کرتے عاطف اسلم ایکس پر ٹاپ ٹرینڈز میں شامل ہو گئے۔ اس ترانے کو آئی سی سی کے یوٹیوب چینل سمیت دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر بھی شیئر کیا گیا، جہاں سے گانے کی ویڈیوز کو فینز کی جانب سے شیئر بھی کیا جارہا ہے اور دلچسپ تبصرے بھی کیے جارہے ہیں۔ ایکس پر آدم نامی صارف نے چیمپئنز ٹرافی کے ترانے پر اپنی پسند کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ 'شاباش آئی سی سی۔ شاباش پاکستان۔ یہ وہ کچھ ہے جو کھیل آپ کو سکھاتا ہے۔ سنگر عاطف اسلم کے اردگرد تمام جھنڈے لہرا رہے ہیں۔' انھوں نے مزید لکھا کہ 'اس میں ان تمام اکھڑ مزاجوں کے لیے سبق ہے جو کرکٹ کھیلنے کے لیے پاکستان نہیں آرہے یا ٹی شرٹس پر میزبان ملک کا نام نہیں لکھنا چاہتے۔' 'جیتو بازی کھیل' کی ویڈیو میں جہاں انڈیا اور بنگلہ دیش سمیت تمام آٹھ ممالک کے جھنڈے اور ٹی شرٹس دکھائی گئیں وہیں انڈین شرٹس پہنے اور پرچم اٹھائے پاکستانیوں کو بھی خوب سراہا گیا۔

جگدیش نامی صارف نے لکھا کہ پاکستانیوں نے انڈین ٹیم کی جرسی پہن کر اور انڈیا کا جھنڈا پاکستان میں لہرا دیا۔ سجاد حسین نامی صارف نے لکھا کہ وہ پہلی بار آئی سی سی ایونٹ کے پرومو میں بہت زیادہ پاکستانی شرٹس اور جھنڈے دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے مزید لکھا کہ 'عجیب لیکن خوشگوار احساس ہے۔ کرکٹ جیسے 'جینٹلمین گیم' میں انڈیا کتنا متعصب ہے۔ کتنی بدقسمتی ہے۔' زیب آفریدی نامی صارف نے عاطف اسلم کے گانے کا موازنہ کرتے ہوئے علی ظفر کی گائیکی اور انداز کو سراہا اور لکھا کہ 'علی ظفر کرکٹ ایونٹس کے گانوں میں ہمیشہ ٹاپ پر چھائے ہوتے ہیں۔ وہ اس کے اہل بھی ہیں۔' یاد رہے کہ پاکستانی سنگر علی ظفر نے بھی پی ایس ایل کا آفیشل ترانہ گا کر شائقین کے دلوں میں جگہ بنا رکھی ہے۔

واضح رہے کہ اس سے قبل جون 2017 میں چیمپئنز ٹرافی کا انعقاد ہوا تھا جب آٹھویں نمبر کی ٹیم پاکستان نے سرفراز احمد کی کپتانی میں فائنل میں انڈیا کو ڈرامائی شکست سے دوچار کیا تھا۔ چیمپئنز ٹرافی میں پاکستانی ٹیم کے ہیڈ کوچ مکی آرتھر تھے۔ 18 جون 2017 کو اوول کے گراؤنڈ میں پاکستان نے انڈیا کو 180 رنز سے شکست دی تھی جس پر پورا پاکستان جھوم اٹھا تھا۔ انڈیا کے خلاف چیمپئنز ٹرافی فائنل میں کامیابی پاکستانی شائقین کے لیے ناقابل فراموش رہی۔ پاکستان نے آئی سی سی چیمپئنز ٹرافی سنہ 2017 کے فائنل میں دفاعی چیمپئن انڈیا کو ناقابلِ یقین شکست دے کر پہلی مرتبہ ٹرافی جیتی تھی۔ یاد رہے کہ 2025 کی چیمپئنز ٹرافی کی میزبانی پاکستان کے پاس تھی لیکن انڈین کرکٹ بورڈ کی جانب سے ٹیم پاکستان بھیجنے سے انکار کے بعد گزشتہ ماہ انٹرنیشنل کرکٹ کونسل کی جانب سے جاری کیے گئے ایک بیان میں کہا گیا کہ پاکستان اور انڈیا اب 2027 تک ان دونوں ممالک میں ہونے والے کسی بھی آئی سی سی ٹورنامنٹ میں اپنے میچ نیوٹرل وینیو پر ہی کھیلیں گے۔

آئی سی سی کی جانب سے یہ بھی اعلان کیا گیا کہ 2028 میں ہونے والے آئی سی سی ویمنز ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کی میزبانی پاکستان کو دی جارہی ہے اور اس ٹورنامنٹ میں بھی یہی فارمولا لاگو ہوگا۔

برنس روڈ کی رہائشی عمارتوں میں کمرشل سرگرمیاں

عدالت عالیہ نے سخت حکم تو جاری کر دیا اب دیکھنا یہ ہے کہ پولیس کی سرپرستی میں ہونے والا کاروبار کیسے ختم ہوگا؟



کراچی کے معروف علاقے برنس روڈ میں رہائشی عمارات میں غیر قانونی کمرشل سرگرمیاں زور پکڑ رہی ہیں، جس سے مقامی عوام اور قانون کے درمیان تنازعہ پیدا ہو رہا ہے۔ حالیہ دنوں میں سندھ ہائیکورٹ کے آئینی بینچ نے اس مسئلے پر سماعت کی اور ایس بی سی اے سمیت دیگر متعلقہ اداروں کو دو ہفتوں میں رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی۔ اس کیس میں جسٹس کے کے آغا کی سربراہی میں دو رکنی آئینی بینچ نے کمرشل سرگرمیوں کے خلاف درخواست کی سماعت کی۔

کمرشل سرگرمیاں اور ایس بی سی اے کا کردار

ایس بی سی اے (سندھ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی) کے وکیل نے عدالت میں بتایا کہ غیر قانونی دکانوں کو سیل کیا گیا تھا، تاہم کچھ افراد نے خود ہی دکانیں دوبارہ کھول لی تھیں۔ جب ایس بی سی اے نے دوبارہ سیل کرنے کی کوشش کی تو دکانوں کے مالکان نے سیل توڑ کر انہیں دوبارہ کھول لیا۔ ایس بی سی اے اب ان افراد کے خلاف مقدمات درج کرنے کی کارروائی کر رہا ہے تاکہ ان غیر قانونی سرگرمیوں کا خاتمہ کیا جا سکے۔

اس حوالے سے درخواست گزار کے وکیل نے عدالت میں یہ مؤقف اپنایا کہ ایس بی سی اے کو پہلے ہی رہائشی عمارات میں کمرشل سرگرمیاں روکنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ مزید برآں، درخواست گزار نے عدالت کو آگاہ کیا کہ یہ عمارت آثار قدیمہ میں شامل ہے اور اس کی دیواریں توڑ کر دکانیں بنائی جا رہی ہیں، جس سے عمارت کے گرنے کے خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔

عدالت کا حکم

عدالت نے درخواست کو سنجیدہ لیا اور غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث افراد کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا حکم دیا۔ عدالت نے ایس بی سی اے اور دیگر متعلقہ اداروں سے دو ہفتوں میں رپورٹ طلب کی تاکہ اس مسئلے کا فوری حل نکالا جا سکے۔ عدالت نے ریمارکس دیے کہ جو افراد قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، ان کے خلاف مقدمات درج کر کے قانونی کارروائی کی جائے تاکہ غیر قانونی سرگرمیوں کا خاتمہ ہو سکے اور مقامی عوام کو تحفظ فراہم کیا جا سکے۔

مقامی عوام کی مشکلات

اس کیس کے دوران یہ بات بھی سامنے آئی کہ برنس روڈ کے مقامی مکین بھی ہوٹل مالکان کی غیر قانونی سرگرمیوں سے تنگ ہیں۔ ہوٹل مالکان سڑکوں پر کرسیاں اور ٹیبلز لگا دیتے ہیں، جس سے سڑک پر چلنے والے لوگوں کو مشکلات پیش آتی ہیں۔ سڑکوں پر اس طرح کی غیر قانونی سرگرمیاں عوامی نقل و حرکت کو متاثر کرتی ہیں اور علاقے کے رہائشیوں کو ذہنی پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ان غیر قانونی سرگرمیوں کی وجہ سے رہائشیوں کو سڑکوں پر چلنے میں دشواری ہوتی ہے، جو پہلے ہی شہر کی بڑھتی ہوئی آبادی اور ٹریفک کے مسائل سے نمٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

برنس روڈ کی رہائشی عمارات میں کمرشل سرگرمیاں اور سڑکوں پر غیر قانونی طور پر دکانوں اور ہوٹلوں کی توسیع ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے۔ ایس بی سی اے اور دیگر اداروں کی جانب سے اس معاملے میں مؤثر کارروائی کی ضرورت ہے تاکہ نہ صرف قانون کی حکمرانی قائم ہو سکے بلکہ عوام کی روزمرہ زندگی میں آسانی ہو۔ عدالت کا فیصلہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ غیر قانونی سرگرمیوں کے خلاف سخت کارروائی کی جانی چاہیے اور مقامی عوام کو ان مشکلات سے نجات دلائی جانی چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ، غیر قانونی طور پر سڑکوں پر دکانیں اور کرسیاں لگانے والوں کے خلاف بھی فوری اور سخت اقدامات کیے جانے کی ضرورت ہے تاکہ برنس روڈ کے مکین اپنی زندگیوں میں سکون محسوس کر سکیں۔



BUILDING ELECTRICIAN

SOLAR INSTALLATION & TECHNICIAN

And All kinds repair home appliances



Proprietor : **Muhammad Ramzan** Muazzam Shah Road , Near Dera Zafar Abbas , City Chiniot . 0304 2669663

HIGHWAY CITY
EXECUTIVE ENCLAVE

BOOKING STARTS FROM

RS.5,500



DEVELOPERS

SPECTRUM DEVELOPERS

Cell +92 311 1123115